ڈاکٹر شہزاد سلیم

پہلی وحی کی روایات کا تنقیدی جائزہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

پس منظر

احادیث مبارکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کے نزول کے بارے میں تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ہر سال ایک مہینے کے لیے غار حرا میں تشریف لے جاتے اور عبادت میں مشغول رہتے۔ اس طرح کے ایک موقع پر آپ کو جبریل سے ملاقات کا پہلا تجربہ ہوا۔ اس میں جبریل نے آپ کو وحی کے پہلے الفاظ الہام کیے۔

اس مضمون میں ان روایات کا تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔

ایک نمایندہ متن

حدثنا يحيى بن بكيرٍ قال: حدثنا الليث عن عقيلٍ عن بن شهابٍ عن عروة بن الزبير عن عائشة أم المؤمنين أنها قالت: أول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة في النوم فكان لا يرى رؤيا إلا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبب إليه الخلاء وكان يخلو بغار حراءٍ فيتحنث فيه وهو التعبد الليالي

ذوات العدد قبل أن ينزع إلى أهله ويتزود لذلك ثم يرجع إلى خديجة فيتزود لمثلها حتى جاءه الحق وهو في غار حراءٍ فجاءه الملك فقال: اقرأ قال: ”ما أنا بقارئٍ“ قال: ”فأخذني فغطني حتي بلغ مني الجهد ثم أرسلني فقال: اقرأ، قلت: ما أنا بقارئٍ فأخذني فغطني الثانية حتى بلغ مني الجهد ثم أرسلني فقال: اقرأ، فقلت: ما أنا بقارئٍ فأخذني فغطني الثالثة ثم أرسلني فقال: ﴿اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ﴾“ فرجع بها رسول الله صلى الله عليه وسلم يرجف فؤاده فدخل على خديجة بنت خويلدٍ رضي الله عنها فقال: ”زملوني زملوني“ فزملوه حتى ذهب عنه الروع فقال: لخديجة وأخبرها الخبر: ”لقد خشيت على نفسي“ فقالت خديجة: كلا والله ما يخزيك الله أبدًا إنك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقري الضيف وتعين على نوائب الحق فانطلقت به خديجة حتى أتت به ورقة بن نوفل بن أسد بن عبد العزى بن عم خديجة وكان امرأ تنصر في الجاهلية وكان يكتب الكتاب العبراني فيكتب من الإنجيل بالعبرانية ما شاء الله أن يكتب وكان شيخًا كبيرًا قد عمي فقالت له خديجة: يا بن عم، اسمع من بن أخيك، فقال له ورقة: يا بن أخي، ماذا ترى؟ فأخبره رسول الله صلى الله عليه وسلم خبر ما رأى، فقال له ورقة: هذا الناموس الذي نزل الله على موسى يا ليتني فيها جذع ليتني أكون حيًا إذ يخرجك قومك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أو مخرجي هم“؟ قال: نعم، لم يأت رجلٌ قط بمثل ما جئت به إلا عودي وإن يدركني يومك أنصرك نصرًا مؤزرًا ثم لم ينشب ورقة أن توفي وفتر الوحي.

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

”عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا اچھے خواب سے ہوئی جو صبح کی روشنی کی طرح نمودار ہوتے۔ پھر آپ کے لیے تنہائی پسندیدہ بنا دی گئی۔ آپ غار حرا میں خلوت گزیں رہتے۔ وہاں وہ کئی کئی دن تحنث، یعنی عبادت میں مشغول رہتے۔ اس کے بعد وہ اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ جاتے۔ وہ اپنے ساتھ وہاں قیام کے لیے کھانے پینے کا سامان لے جاتے اور واپس اپنی اہلیہ کی طرف مزید کھانا لینے کے لیے لوٹتے۔ یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا، یہاں تک کہ حق آپ پر نازل ہوا، جب کہ آپ غار حرا میں

تھے۔ چنانچہ فرشتہ آپ کے پاس آیا اور آپ سے کہا: پڑھو، آپ نے جواب دیا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید کہا: فرشتے نے مجھ کو پکڑا اور اس زور سے بھینچا کہ میں برداشت نہ کر سکا۔ سو اس نے مجھے ڈھیلا چھوڑ دیا اور پھر کہا: پڑھو، میں نے جواب دیا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید کہا: فرشتے نے مجھ کو پکڑا اور اس زور سے بھینچا کہ میں برداشت نہ کر سکا۔ تو اس نے مجھے ڈھیلا چھوڑ دیا اور پھر کہا: پڑھو، آپ نے جواب دیا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر فرشتے نے مجھ کو تیسری مرتبہ پکڑا اور بھینچا اور چھوڑ دیا اور پھر کہا: 'اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ'۔ اس واقعہ کے بعد رسول اللہ گھر واپس آ گئے، جب کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا۔ آپ خدیجہ بنت خویلد کے پاس آئے اور ان سے کہا: مجھے اوڑھا دو۔ مجھے اوڑھا دو۔ تو انھوں نے آپ کو اوڑھا دیا۔ جب ان کا خوف دور ہوا تو آپ نے خدیجہ سے گفتگو کا آغاز کیا اور انھیں جو کچھ پیش آیا اس سے ان کو باخبر کیا اور کہا: مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ اس پر خدیجہ نے جواب دیا: ہر گز نہیں، خدا کی قسم، وہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ قرابت مندوں کے حقوق کی پاس داری کرتے ہیں، کم زوروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، محروموں کے لیے کماتے ہیں، مہمان نواز ہیں اور لوگوں کی مشکلات میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس لے گئیں۔ زمانۂ جاہلیت میں وہ نصرانی ہو گئے تھے۔ وہ عبرانی لکھنا جانتے تھے اور انجیل سے جو کچھ خدا چاہتا، لکھتے تھے۔ وہ اس وقت بہت عمر رسیدہ تھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ نے ان سے کہا: ذرا سنیے، یہ آپ کے بھانجے کیا کہتے ہیں۔ سو ورقہ نے کہا: بھانجے، تم نے کیا دیکھا؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو کچھ دیکھا تھا، اس سے باخبر کیا۔ ورقہ نے جواب میں کہا: یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ کے پاس آیا کرتا تھا۔ کاش، میں ایک طاقت ور نوجوان ہوتا۔ کاش، میں اس وقت تک زندہ رہتا جب تمھاری قوم تم کو تمھارے شہر سے نکال دے گی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا وہ مجھے باہر نکال دیں گے؟ ورقہ نے جواب دیا: ہاں۔ جب بھی کوئی شخص وہ لے کر آیا جو تم لائے ہو، لوگ اس کے دشمن بن گئے ہیں۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں تمھاری خوب مدد کروں گا۔ پھر زیادہ دیر نہ گزری کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی آپ کے پاس آنا بند ہو گئی۔''[1]

۱۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری، الجامع الصحیح، طبع ثالث، ج ۱ (بیروت: دار ابن کثیر، ۱۹۸۷ء)، ۴، (رقم: ۳)۔ دیکھیے مزید: ایضاً، ج ۴، ۱۸۹۴، (رقم: ۴۶۷۰)؛ ایضاً، ج ۶، ۲۵۶۱، (رقم: ۶۵۸۱)؛ ابو الحسین مسلم بن حجاج القشیری،

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

الجامع الصحيح، ج ۱ (بیروت: دار التراث العربی، تاریخ غیر مذکور)، ۱۳۹، (رقم: ۱۶۰)؛ ایضاً، ج ۱، ۱۴۱، (رقم: ۱۶۰)؛ ایضاً، ج ۱، ۱۴۲، (رقم: ۱۶۰)؛ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، طبع اول، ج ۳ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۰ء)، ۲۰۲، (رقم: ۴۸۴۳)؛ ابو نعیم احمد بن عبداللہ الأصبہانی، المسند المستخرج علی صحیح مسلم، طبع اول، ج ۱ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۶ء)، ۲۲۴، (رقم: ۴۰۵)؛ ابو حاتم محمد بن حبان البستی، صحیح، طبع ثانی، ج ۱ (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۹۳ء)، ۲۱۶، (رقم: ۳۳)؛ ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی، السنن الکبریٰ، ج ۹ (مکۃ: مکتبۃ دار الباز، ۱۹۹۴ء)، ۵، (رقم: ۱۷۴۹۹)؛ ابو عوانۃ یعقوب بن اسحٰق، مسند، ج ۱ (بیروت: دار المعرفۃ، تاریخ غیر مذکور)، ۱۰۲، (رقم: ۳۲۸)؛ عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی، مصنف، ج ۵ (بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ)، ۳۲۱، (رقم: ۹۷۱۹)؛ اسحٰق بن ابرھیم بن مخلد بن راھویۃ، مسند، طبع اول، ج ۲ (مدینۃ: مکتبۃ الایمان، ۳۱۴)، (رقم: ۸۴۰)؛ ابو عبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی، مسند، ج ۶ (قاھرۃ: مؤسسۃ القرطبۃ، تاریخ غیر مذکور)، ۲۲۳، (رقم: ۲۵۹۰۷)؛ ایضاً، ج ۶، ۲۳۲، (رقم: ۲۶۰۰۱)؛ ابوہلال الحسن بن عبداللہ بن سہل بن سعید بن یحیی بن مہران العسکری، الاوائل، طبع اول (طنطاء: دار البشیر، ۱۴۰۸ھ)، ۱۰۳؛ ابو داؤد سلیمان بن داؤد الطیالسی، مسند، ج ۱ (بیروت: دار المعرفۃ، تاریخ غیر مذکور)، ۲۰۷، (رقم: ۱۴۶۸)؛ ایضاً، ج ۱، ۲۰۷، (رقم: ۱۴۶۹)؛ علاء الدین علی بن حسام الدین المتقی، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، طبع اول، ج ۲ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۸ء)، ۷، (رقم: ۲۹۳۴)؛ ایضاً، ج ۱۲، ۲۰۰، (رقم: ۳۵۵۲۸)؛ ابوالولید محمد بن عبداللہ بن احمد الأزرقی، أخبار مکۃ و ما جاء فیھا من الآثار، ج ۲ (بیروت: دار الاندلس للنشر، ۱۹۹۶ء)، ۲۰۴؛ ابو عبداللہ محمد بن اسحٰق بن العباس الفاکہی، أخبار مکۃ فی قدیم الدھر و حدیثہ، طبع ثانی، ج ۴ (بیروت: دار الخضر، ۱۴۱۴ھ)، ۹۴، (رقم: ۲۴۳۰)؛ ایضاً، ج ۴، ۱۸۱، (رقم: ۲۵۰۵)؛ ابو القاسم ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور اللالکائی، شرح اصول إعتقاد اھل السنۃ و الجماعۃ من الکتاب و السنۃ و إجماع الصحابۃ، ج ۴ (ریاض: دار طیبۃ، ۱۴۰۲ھ)، ۷۵۶، (رقم: ۱۴۰۹)؛ محمد بن اسحٰق بن یحییٰ بن مندۃ، الإیمان، طبع دوم، ج ۲ (بیروت: مؤسسہ الرسالۃ، ۱۴۰۶ھ)، ۶۸۹، (رقم: ۶۸۱)؛ ایضاً، ج ۲، ۶۸۹، (رقم: ۶۸۲)؛ ایضاً، ج ۲، ۶۹۰، (رقم: ۶۸۳)؛ ایضاً، ج ۲، ۶۹۳۔ ۶۹۴، (رقم: ۶۸۵)؛ محمد بن الحسین الآجری، الشریعۃ، طبع ثانی، ج ۳ (ریاض: دار الوطن، ۱۹۹۹ء)، ۱۴۳۳، (رقم: ۹۶۹)؛ ایضاً، ج ۳، ۱۴۳۶، (رقم: ۹۶۸)؛ ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی، دلائل النبوۃ، طبع دوم، ج ۲ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۲ء)، ۱۳۵؛ یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبد البر، الدرر فی إختصار المغازی و السیر، طبع ثالث (قاھرۃ: دار المعارف، ۱۴۰۳ھ)، ۳۱؛ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، تاریخ الرسول و الملوک، ج ۱ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، تاریخ غیر مذکور)، ۵۳۱؛ ایضاً، ج ۱، ۵۳۲؛ ابوالفرج عبد الرحمٰن علی بن محمد بن الجوزی، المنتظم فی تاریخ الملوک و الامم، طبع اول، ج ۲ (بیروت: دار صادر، ۱۳۵۸ھ)، ۳۴۹؛ جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین ابی بکر بن محمد بن سابق السیوطی، الدر المنثور، ج ۸ (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۳ء)، ۵۶۰-۵۶۳؛ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، طبع اول، ج ۳۰ (بیروت: دار إحیاء التراث العربی، ۲۰۰۱ء)، ۲۵۱؛ ابو اسحٰق احمد بن محمد بن ابراھیم الثعلبی، الکشف و البیان،

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تنقیدی جائزہ

اس روایت کی سند اور متن پر چند اشکال وارد ہوتے ہیں۔ دونوں کو یہاں بالترتیب پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ سند پر تنقید

۱۔ یہ روایت مراسیل صحابہ میں سے ہے۔ اسے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (م ۵۸ھ) نے روایت کیا ہے جو اس واقعہ کے وقت پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں یا بہت کم سن تھیں۔ اس بات کی نشان دہی کرتے ہوئے کہ یہ روایت مراسیل صحابہ میں سے ہے، بدرالدین العینی[2] (م ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ سوائے ابو اسحٰق اسفرائینی (۴۰۶ھ) کے جمہور کا مذہب ہے کہ اس طرح کی مراسیل قابل قبول ہیں۔ قسطلانی (۹۲۳ھ) کی رائے میں چونکہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس واقعے کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہو گی، اس لیے اگرچہ یہ روایت اصطلاحاً مرسل ہے، مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔[3]

ہمارے خیال میں اس طرح کی مراسیل قابل قبول قرار دی جا سکتی ہیں، بشرطیکہ قرینہ موجود ہو کہ جو بات بیان کی جا رہی ہے، اس کی نوعیت ایسی ہے کہ اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست روایت ہونا قرین عقل نہ ہو۔ یہاں یہ معاملہ نہیں ہے۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ''متن پر تنقید'' کا پہلا نکتہ۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۲۔ اس روایت کو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تنہا عروہ بن زبیر (م ۹۴ھ) نے روایت کیا ہے اور عروہ سے اسے تنہا ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) نے روایت کیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک نہایت اہم واقعہ پہلے تین واسطوں میں صرف ایک شخص نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ علم حدیث کی اصطلاح میں یہ ایک غریب روایت بھی ہے۔

۳۔ اس روایت کا مدار ابن شہاب زہری پر ہے۔ ان کو بالعموم حدیث کے معاملے میں ایک غیر معمولی مقام

طبع اول، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۲۰۰۲ء) ۱۰/ ۲۴۲۔

۲۔ بدرالدین محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد العینی، عمدة القاری شرح صحیح بخاری، (بیروت: دار إحیاء التراث العربی، تاریخ غیر مذکور) ۱/ ۴۷۔

۳۔ ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک القسطلانی، إرشاد الساری لشرح صحیح بخاری، طبع ہفتم (مصر: المطبعة الکبریٰ الامیریة، ۱۳۲۳ھ) ۱/ ۶۱۔

دیا جاتا ہے، بلکہ ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا جاتا ہے۔ تاہم ان کی تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے جو ان کی حیثیت کو بری طرح مجروح کر دیتا ہے۔

۴۔ اس حدیث کے اگر تمام طرق جمع کیے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ زہری سے ان کے سات شاگردوں نے اسے روایت کیا ہے:

۱۔ عقیل بن خالد[4] (م ۱۴۲ھ)

۲۔ یونس بن یزید[5] (م ۱۵۹ھ)

۳۔ معمر بن راشد[6] (۱۵۳ھ)

۴۔ ولید بن محمد[7]

۵۔ صالح بن ابی الاخضر[8]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۴۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ۴، (رقم: ۳)؛ ایضاً، ج ۴، ۱۸۹۴، (رقم: ۴۶۷۰)؛ ایضاً، ج ۶، ۲۵۶۱، (رقم: ۶۵۸۱)؛ مسلم، الجامع الصحیح، ج ۱، ۱۴۲، (رقم: ۱۶۰)؛ ابو عوانۃ، مسند، ج ۱، ۱۰۴، (رقم: ۳۳۰)؛ احمد بن حنبل، مسند، ج ۶، ۲۲۳، (رقم: ۲۵۹۰۷)؛ ابن مندہ، الإیمان، ج ۲، ۶۹۳۔۶۹۴، (رقم: ۶۸۵)۔

۵۔ مسلم، الجامع الصحیح، ج ۱، ۱۳۹، (رقم: ۱۶۰)؛ ابو عوانۃ، مسند، ج ۱، ۱۰۲، (رقم: ۳۲۸)؛ ابن مندہ، الإیمان، ج ۲، ۶۸۹، (رقم: ۶۸۱)؛ البیہقی، السنن الکبریٰ، ج ۵، ۹، (رقم: ۱۷۴۹۹)؛ الطبری، تاریخ الرسول و الملوك، ج ۱، ۵۳۲۔

۶۔ مسلم، الجامع الصحیح، ج ۱، ۱۴۲، (رقم: ۱۶۰)؛ الحاکم، المستدرك، ج ۳، ۲۰۲، (رقم: ۴۸۴۳)؛ ابو نعیم الاصبہانی، المسند المستخرج علی صحیح مسلم، ج ۱، ۲۲۴، (رقم: ۴۰۵)؛ ابن حبان، صحیح، ج ۱، ۲۱۶، (رقم: ۳۳)؛ ابو عوانۃ، مسند، ج ۱، ۱۰۴، (رقم: ۳۳۱)؛ عبد الرزاق، مصنف، ج ۵، ۳۲۱، (رقم: ۹۷۱۹)؛ احمد بن حنبل، مسند، ج ۶، ۲۳۲، (رقم: ۲۶۰۰۱)؛ ابو الولید الازرقی، أخبار مکۃ، ج ۴، ۹۴، (رقم: ۲۴۳۰)؛ ابو عبد اللہ الفاکہی، أخبار مکۃ، ج ۴، ۹۴، (رقم: ۲۴۳۰)؛ ابو القاسم اللالکائی، شرح أصول إعتقاد اهل السنة، ج ۴، ۷۵۶، (رقم: ۱۴۰۹)؛ ابن مندہ، الإیمان، ج ۲، ۶۹۱، (رقم: ۶۸۳)؛ الآجری، الشریعة، ج ۳، ۱۴۳۷، (رقم: ۹۶۹)؛ البیہقی، دلائل النبوة، ج ۲، ۱۳۵؛ ابن عبد البر، الدرر، ۳۱؛ ابن الجوزی، المنتظم، ج ۲، ۳۴۹؛ الثعلبی، الکشف و البیان، ج ۱۰، ۲۴۲۔

۷۔ ابو ہلال العسکری، الاوائل، ۱۰۳۔

۶۔ ابن اخی زہری[9]

۷۔ نعمان بن راشد[10]

تفصیلی تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ساتوں اسناد میں کوئی نہ کوئی سقم موجود ہے۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمہ (ب)۔

ب۔ متن پر تنقید

۱۔ زیر بحث روایت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے منصب پر سرفراز کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے اس کو یقیناً آپ کی زندگی کے اہم ترین واقعات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس اہمیت کے پیش نظر یہ بات قرین عقل ہے کہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود آگے بڑھ کر اپنے صحابہ سے بیان کرنا چاہیے تھا۔ اس روایت کا ایک بنیادی کردار خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے۔ چنانچہ یہی سوال ان کے بارے میں بھی پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ انھوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اس مرکزی واقعہ کو بیان نہیں کیا۔ روایت کے مطابق وہی تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئی تھیں۔ اسی قسم کا سوال آپ کے قریبی ساتھیوں ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں بھی پیدا ہوتا ہے۔ اس واقعے کی نوعیت اور اہمیت ایسی ہے کہ ان شب و روز کے ساتھیوں کو اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرنا چاہیے تھا۔ کجا یہ صورت ہے کہ یہ واقعہ ایک مرسل روایت کی شکل میں بیان ہوا ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

۲۔ روایت میں لفظ 'يَتَحَنَّثُ' ذکر ہے۔ اس کی تفصیل متن میں 'التَعَبُّدُ'، یعنی عبادت سے کی گئی ہے۔ یہ بات کافی وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ لفظ میسر مواد میں قدیم ماخذ میں صرف ایک اور روایت میں اس مفہوم میں استعمال ہوا ہے:

حدثنا عبد الله بن محمد حدثنا ہشام حدثنا معمر عن الزہري عن عروة	''حکیم بن حزام نے کہا: اللہ کے رسول، آپ کا ان چیزوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو میں

۸۔ الطیالسی، مسند، ج ۱، ۲۰۷، (رقم: ۱۴۶۸)۔ اس کا مختصر ملاحظہ ہو: الآجری، الشریعۃ، ج ۳، ۱۴۳۶، (رقم: ۹۶۸)۔

۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۱/ ۱۹۴۔

۱۰۔ الطبری، تاریخ ۱/ ۵۳۱؛ الطبری، تفسیر ۳۰/ ۲۵۱۔

عن حكيم بن حزام رضي الله عنه قال: يا رسول الله، أرأيت أشياء كنت أتحنث بها في الجاهلية من صدقة أو عتاقة وصلة رحم، فهل فيها من أجر؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "أسلمت على ما سلف من خير".

نے جاہلیہ میں تحنث کے ضمن میں کیں، جیسے صدقہ دینا، غلام آزاد کرنا اور صلہ رحمی کرنا، تو کیا ان میں کوئی اجر ہے؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: تم اسلام تک انھی اچھی چیزوں سے پہنچے ہو۔ چنانچہ تم ان کے اجر سے کیسے محروم رہ سکتے ہو۔"[11]

بہت تلاش کے باوجود اس لفظ کی اس مفہوم میں کلام عرب میں کوئی نظیر مجھے نہ مل سکی۔ ابن الاثیر (م ۶۳۰ھ) نے عبد المطلب کے حوالے سے یہ ضرور لکھا ہے: 'هو أول من تحنث بحراء فكان إذا دخل شهر رمضان صعد حراء وأطعم المساكين جميع الشهر' (وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے حرا میں تحنث کیا۔ جب رمضان کا مہینا آتا تو وہ حرا کے پہاڑ پر چڑھ جاتے اور پورے مہینے مسکینوں کو کھانا کھلاتے)[12]۔ تاہم ساتویں صدی کے اس جلیل القدر مورخ نے کسی قدیم ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔

درج ذیل اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی دور کے تین جلیل القدر اہل لغت لفظ کے اس مفہوم سے بالکل ناآشنا تھے: ابوعمرو الشیبانی (م ۲۰۶ھ)، فراء (م ۲۰۷ھ) اور ابن الاعرابی (م ۲۳۱ھ)۔ جب ان تینوں کے سامنے یہ لفظ پہلی مرتبہ اس مفہوم میں بیان کیا گیا تو موخر الذکر نے لفظ کے اس مفہوم سے اپنی مکمل ناواقفیت کا اظہار کیا، جب کہ اول الذکر دونوں اصحاب نے اس لفظ کے معنی قیاس کرنے کی کوشش کی:

وقال محمد بن الجهم: حدثنا السكوني أبو أحمد قال: فسألت ابن الأعرابي عن يتحنث فقال: لا أعرفه قال: وسألت أبا عمرو الشيباني وكان خيرًا فقال لا أعرف يتحنث وإنما هو يتحنف

"ابو احمد السکونی نے کہا: میں نے ابن الاعرابی سے 'یتحنث' کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا: میں اس سے واقف نہیں ہوں۔ میں نے پھر ابوعمرو الشیبانی سے اس کے بارے میں پوچھا اور وہ زیادہ قابل تھے۔ انھوں نے

۱۱۔ بخاری، رقم ۱۳۶۹۔ یہ روایت دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

۱۲۔ ابوالحسن عزالدین بن الاثیر الجزری، الکامل فی التاریخ، طبع دوم، (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۱۵ھ) ۱/۵۵۳۔

من الحنيفية أي يتبع دين الحنيفية وهو دين إبراهيم عليه السلام قال الله عز وجل: ﴿مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا﴾ قال: فسألت الفراء: ما التحنث؟ فقال: أفي شعر وجدته أم في كلام؟ فذكرت الحديث فقال: يتجنب الحنث، قال الله عز وجل: ﴿وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ﴾ أي الشرك ويقال: تأثم الرجل في المأثم وإذا تجنبه فكذالك تحنث فيحتمل الوجهين قال ابن الأنباري: القول عندنا ما قال الفراء وحكى لنا أبو عمر عن أحمد بن يحي ثعلب أنه قال: فلان يتحنث إذا تعبد بأشياء تخرجه من الحنث، قال: ومنه قولهم: كان يتحنث بحراء أي يتعبد ويقال: فلان يتحنث أي يحنث كثيرًا ويتعمد ذالك فكأنه عنده من الأضداد.

جواب دیا: میں 'یتحنث' کو نہیں جانتا۔ یہ غالباً 'یتحنف' تھا جو 'الحنیفیه' سے ماخوذ ہے، یعنی دین الحنیفیہ کی پیروی کرنا جو ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: 'مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا'۔ میں نے پھر فراء سے پوچھا کہ 'التحنث' کیا ہے؟ اس پر انھوں نے جواب دیا: کیا تم نے اسے کسی شعر میں پایا ہے یا کسی کلام میں؟ چنانچہ میں نے اس حدیث کا ذکر کیا۔ اس پر انھوں نے جواب دیا: 'الحنث' سے بچنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: 'وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ'، یعنی شرک سے بچنا۔ کہا جاتا ہے: 'تأثم الرجل في المأثم' جب ایک شخص اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے۔ 'تحنث' کا بھی یہی معاملہ ہے۔ اس کے دونوں مطالب ہیں، (یعنی اضداد میں سے ہے)۔ ابن الانباری نے کہا: فراء کا نقطۂ نظر ہی ہمارے ہاں مختار ہے۔ ابو عمرو نے ہمیں احمد بن یحییٰ ثعلب سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: 'فلان یتحنث' جس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے ایسے تعبدی امور کا اہتمام کیا جنھوں نے اسے گناہ سے باہر نکال دیا۔ اسی مفہوم میں یہ الفاظ ہیں:

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

’کان یتحنث بحراء‘، یعنی محمد نے حرا میں عبادت کی اور کہا جاتا ہے: ’فلان یتحنث‘، یعنی وہ جانتے بوجھتے قسموں کو بہت توڑتے۔ چنانچہ یہ اضداد میں سے ہے۔‘‘[۱۳]

بعد کے لغویین میں ابن سیدہ (م۴۵۸ھ) اور ابن منظور (م۷۱۱ھ) نے بھی ’یتحنث‘ کی یہی توجیہ کی ہے۔ ان کی راے میں یہ اصل میں ’یتحنف‘ ہے جس میں ’ف‘ کو ’ث‘ سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔[۱۴]

ان سے بہت پہلے ابن ہشام (۲۱۸ھ) یہی بات بیان کر چکے تھے:

قال ابن ہشام: تقول العرب: التحنث والتحنف يريدون الحنيفية فيبدلون الفاء من الثاء كما قالوا: جدف وجدث يريدون القبر، قال رؤبة بن العجاج: لو كان أحجاري مع الأجداف يريد الأجداث.. وحدثني أبو عبيدة أن العرب تقول فم في موضع ثم يبدلون الفاء من الثاء.

’’ابن ہشام نے کہا: عرب ’التحنث‘ اور ’التحنف‘ کہتے تھے۔ وہ ’ف‘ کو ’ث‘ سے بدل دیتے ہیں، جیساکہ انھوں نے ’جدف‘ اور ’جدث‘ میں کیا جس سے وہ قبر مراد لیتے تھے۔ رؤبۃ بن العجاج کہتے ہیں: ’لو کان أحجاري مع الأجداف‘ (کاش، میرے پتھر قبر کے ساتھ ہوتے)۔ یہاں انھوں نے ’الأجداف‘ کو ’الأجداث‘ کے مفہوم میں استعمال کیا... ابو عبیدہ نے مجھ سے بیان کہ عرب ’ثم‘ کو ’فم‘ سے بدل دیتے، یعنی ’الثاء‘ کو ’الفاء‘ سے۔‘‘[۱۵]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۱۳۔ ابو احمد الحسن بن عبد اللہ بن سعید بن اسمٰعیل، تصحیفات المحدثین، طبع اول، (قاہرۃ: المطبعۃ العربیۃ الحدیثۃ، ۱۴۰۲ھ) ۲۹۸/۱۔

۱۴۔ دیکھیے مثال کے طور پر: محمد بن مکرم بن منظور، لسان العرب، طبع اول، (بیروت: دار صادر، تاریخ غیر مذکور) ۱۳۹/۳؛ ابو الحسن علی بن اسمٰعیل بن سیدہ، المحکم و المحیط الاعظم، طبع اول، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۰) ۲۹۹/۳۔

۱۵۔ ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب الانصاری، السیرۃ النبویۃ، طبع اول، (بیروت: دار الجیل، ۱۴۱۱) ۶۸/۲-۶۹۔

یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہو گا کہ بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ اس روایت کا جو متن ابن ہشام[۱۶] نے نقل کیا ہے، اس میں لفظ 'تحنف' ہی تھا۔ تاہم ابن ہشام کے تمام میسر متون میں یہ موجود نہیں ہے۔

چنانچہ اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ لغویین اور اہل علم زیادہ تر لفظ 'التحنث' کے مفہوم کو قیاساً طے کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، کیونکہ اس روایت میں یہ جس مفہوم میں استعمال ہوا ہے، وہ ان کے علم میں نہیں ہے۔ اس لفظ کی کوئی نظیر وہ بھی کلام عرب سے نہیں پا سکے۔

۳۔ اس روایت میں یہ بات بھی بیان ہوئی ہے کہ فرشتے سے ملاقات کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوف زدہ ہوئے اور اس بات سے مکمل طور پر بے خبر تھے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ ان کو اپنی جان کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔ بعض طرق میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ آپ اس درجہ میں پریشان ہوئے کہ آپ نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خود کشی کرنا چاہی۔[۱۷] حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ کو مختلف پہلوؤں سے تسلی دینا پڑی کہ خدا آپ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا۔

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

دوسری طرف قرآن نے یہ بات تفصیل سے بیان کی ہے کہ جب کسی کو نبوت کے منصب پر فائز کیا جاتا ہے تو:

۱۔ وہ اس موہبت ربانی سے مکمل طور پر باخبر ہوتا ہے۔ اس کو کسی سے کسی نوعیت کی توثیق کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۲۔ اس کو ذرہ برابر خوف لاحق نہیں ہوتا اگرچہ نبوت کے منصب پر وہ اچانک بغیر کسی پیشگی اطلاع کے سرفراز کیا جاتا ہے۔

۳۔ یہ منصب کسی نوعیت کی ریاضت یا چلہ کشی سے حاصل نہیں ہوتا۔

قرآن مجید سے ان سب باتوں کی تائید ہوتی ہے۔ خاص طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہونے

۱۶۔ دیکھیے مثال کے طور پر: ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری، ج ۱ (بیروت: دار المعرفة، تاریخ غیر مذکور) ۱/ ۲۳؛ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ ابی احمد العینی، عمدة القاری شرح صحیح بخاری، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، تاریخ غیر مذکور) ۱/ ۴۹؛ جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین ابی بکر بن محمد بن سابق السیوطی، الدیباج علی مسلم، (الخبر: دار ابن عفان، ۱۴۱۶ھ) ۱/ ۱۸۸۔

۱۷۔ دیکھیے مثال کے طور پر: بخاری، رقم ۴۶۷۰، ۶۵۸۱۔

کے واقعے کی تفصیلات سے یہ مقدمات اظہر من الشمس ہو جاتے ہیں۔[18] زیر بحث روایت کا موازنہ اگر قرآن کی اس ضمن کی تصریحات سے کیا جائے تو بہت سے تضادات اور تناقضات سامنے آتے ہیں۔ قرآن اس بات کو دوٹوک طریقے سے بیان کرتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کسی ریاضت یا مراقبے کے نتیجے میں نہیں دی گئی، وہ خالص عطاے ربانی تھی۔ اپنے خسر کے ڈھور ڈنگروں کی کئی سال تک نگہداشت کے بعد جب وہ اپنے خاندان کے ہم راہ مصر جا رہے تھے تو ان کو اچانک یہ منصب عطا کیا گیا۔ قرآن واقعے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ دوران سفر ایک سرد رات میں جب یہ مختصر سا قافلہ راستے سے بھٹک گیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے دور آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھے۔ وہ یہ سوچ کر اکیلے اس سمت چل کھڑے ہوئے کہ وہاں وہ کسی سے راستہ بھی معلوم کر لیں گے اور اہل خانہ کے لیے کچھ انگارے بھی لے آئیں گے تاکہ وہ سردی سے بچنے کا کچھ سامان کر سکیں۔ اس موقع پر اچانک خداوند تعالیٰ نے انھیں پکارا کہ وہ ان کو نبوت سے سرفراز کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کو عصا کا معجزہ عطا کیا۔ مزید یہ کہ جب اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو سانپ بنتے دیکھ کر خوف محسوس کیا تو ان کو فی الفور خدا نے تسلی دی کہ خدا کی جناب میں ان کو کسی قسم کا ڈر لاحق نہیں ہونا چاہیے۔ ان کو اپنی اہلیہ سے کسی تسلی کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ بیان قرآن ہے:

اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِاَهۡلِهٖۤ اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیۡکُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ اٰتِیۡکُمۡ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّکُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ. فَلَمَّا جَآءَهَا نُوۡدِیَ اَنۡۢ بُوۡرِکَ مَنۡ فِی النَّارِ وَمَنۡ حَوۡلَهَا ؕ وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ. یٰمُوۡسٰۤی اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ. وَاَلۡقِ عَصَاکَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهۡتَزُّ کَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدۡبِرًا وَّلَمۡ یُعَقِّبۡ ؕ یٰمُوۡسٰی لَا تَخَفۡ ۟ اِنِّیۡ لَا یَخَافُ لَدَیَّ

”یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا: میں نے ایک آگ سی دیکھی ہے۔ میں وہاں سے یا تو کوئی خبر لاتا ہوں یا آگ کا کوئی انگارا تاکہ تم تاپو۔ تو جب وہ اس کے پاس آیا تو اس کو آواز آئی کہ مبارک ہے وہ جو اس آگ میں ہے اور جو اس کے ارد گرد ہیں! اور پاک ہے اللہ، عالم کا خداوند! اے موسیٰ، یہ تو میں ہوں، خداے عزیز و حکیم! اور تم اپنا عصا ڈال دو۔ تو جب اس نے اس کو اس طرح حرکت کرتے دیکھا گویا سانپ ہو تو

۱۸۔ دیکھیے مثال کے طور پر: مریم ۱۹: ۵۱-۵۳؛ طٰہٰ ۲۰: ۱۴-۱۶؛ النمل ۲۷: ۷-۱۴۔

الْمُرْسَلُوْنَ.(النمل ۲۷: ۷-۱۰)

وہ پیچھے مڑا اور پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ، ڈرو نہیں، میرے حضور پیغمبروں کے لیے کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔‘‘

اگر ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے منصب پر فائز ہونے کی قرآن میں بیان کردہ تفصیلات کا موازنہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس منصب کے لیے منتخب ہونے کی زیر بحث روایت سے کریں تو چند چیزیں بالکل نمایاں ہو جاتی ہیں۔ مقدم الذکر کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو کسی قسم کے خوف یا بے یقینی کا شکار ہونے نہیں دیتے۔ اسی طرح یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ نبوت کسی چلہ کشی کا نتیجہ نہیں ہوتی، یہ صرف اور صرف انتخاب ایزدی ہے۔ دوسری طرف یہ روایت بالکل برعکس تاثر پیش کرتی ہے۔

مزید یہ کہ قرآن کریم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دو مواقع پر جبریل سے ملاقات کا ذکر کیا ہے جب وہ آپ کے پاس وحی لے کر آئے۔ قرآن کے مطابق ان دونوں مواقع پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا کوئی ابہام پیش نہیں آیا، بلکہ آپ پوری طرح باخبر تھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ جبریل نے بڑے اہتمام اور بڑی شفقت کے ساتھ آپ کو تعلیم دی؛ بالکل ایسے ہی، جیسے کوئی ماہر اور مشفق استاد اپنے کسی ہونہار طالب علم کو تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ وہ کسی خوف یا بے یقینی کا لمحہ بھر کے لیے بھی شکار نہ ہوئے۔ ان میں سے پہلی ملاقات کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى. ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى. وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى. ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى. فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى. فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى. مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى.(النجم ۵۳: ۵-۱۱)

’’اس کو ایک مضبوط قوتوں والے، عقل و کردار کے توانا نے تعلیم دی ہے۔ وہ نمودار ہوا، اور وہ افق اعلیٰ میں تھا، پھر قریب ہو گیا اور جھک پڑا، پس دو کمانوں کے بقدر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پس اللہ نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔ جو کچھ اس نے دیکھا، یہ دل کی خیال آرائی نہیں ہے۔‘‘

ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے امام امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

''ذُوۡمِرَّۃٍ''، یعنی وہ اپنی عقل اور اپنے کردار میں نہایت محکم ہے۔ اس کا امکان نہیں ہے کہ وہ کوئی دھوکا کھا سکے یا کوئی اس کو دھوکا دے سکے یا وہ کسی کے ہاتھ بک سکے اور کوئی اس کو خرید سکے۔ یہ لفظ اخلاقی و عقلی برتری کے لیے آتا ہے۔...

'ذُوۡمِرَّۃٍ' کا تعلق 'شَدِیۡدُ الۡقُوٰی' سے ہے، اس وجہ سے اس کی وضاحت ہم نے 'شَدِیۡدُ الۡقُوٰی' کے ساتھ ہی کر دی ہے۔ اب 'فَاسۡتَوٰی' سے آگے اس تعلیم کے طریقہ کی وضاحت ہو رہی ہے جس کا ذکر اوپر 'عَلَّمَہٗ' کے لفظ سے ہوا ہے۔ فرمایا کہ اس مقرب فرشتے نے نبی کو نہایت اہتمام، توجہ اور شفقت سے اس وحی کی تعلیم دی جو اللہ نے اس پر نازل کرنی چاہی۔ 'فَاسۡتَوٰی' میں 'فَ' تفصیل کے لیے ہے، یعنی پہلے وہ اپنی اصل صورت میں، مستوی القامت ہو کر، نمودار ہوا۔ اس کے نمودار ہونے کی جگہ آسمان کی افق اعلیٰ میں تھی۔ 'اُفُقِ اَعۡلٰی' سے مراد وہ افق ہے جو سمت راس میں ہوتا ہے۔ اگر کوئی چیز سمت راس کے افق سے نمایاں ہو گی تو چودھویں کے چاند اور دوپہر کے سورج کی طرح وہ بالکل صاف شفاف، جلی اور غیر مشتبہ صورت میں نظر آئے گی۔ اس کے برعکس مشرق یا مغرب یا شمال یا جنوب کے افق سے اگر کوئی چیز نمودار ہو گی، تو وہ خفی صورت میں نمودار ہو گی، جس طرح پہلی کا چاند نکلتا ہے۔ مقصود اس وضاحت سے یہ ہے کہ حضرت جبریل اپنی اصلی ہیئت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے افق اعلیٰ کے اسٹیج پر نمودار ہوئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلی آنکھوں سے ان کا اچھی طرح مشاہدہ کیا۔

'ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی'۔ 'تَدَلّٰی' کے معنی جھک پڑنے یا لٹک آنے کے ہیں۔ یہ بیان ہے اس بات کا کہ اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دینے کے قصد سے آپ کے قریب آئے اور جس طرح شفیق اور بزرگ استاد اپنے عزیز و محبوب شاگرد پر غایت شفقت سے جھک پڑتا ہے، اسی طرح وہ آپ کے اوپر جھک پڑے۔ یعنی یہ نہیں ہوا کہ دور سے اپنی بات پھینک ماری ہو اور اس امر کی پروانہ کی ہو کہ آپ نے بات اچھی طرح سنی یا نہیں اور سنی تو سمجھی یا نہیں بلکہ پورے التفات و اہتمام سے اس طرح آپ کے کان میں بات ڈالی کہ آپ اچھی طرح سن اور سمجھ لیں۔ یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ کاہنوں کے شیاطین کا جو علم ہوتا ہے، اس کو قرآن نے 'خَطِفَ الۡخَطۡفَۃَ' (الصافات ۳۷: ۱۰) سے تعبیر کیا ہے، یعنی اچکی ہوئی بات، جس طرح چور اور اچکے کوئی چیز اچک لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب استاد اچکے ہیں تو وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم بھی اچکوں ہی کی طرح دیتے ہوں گے۔ قرآن نے یہاں حضرت جبریل علیہ السلام کے طریقۂ تعلیم کو اس لیے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

نمایاں فرمایا ہے کہ دونوں کا فرق اچھی طرح واضح ہو سکے۔“[19]

آیت کا آخری حصہ ’مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى‘ (ان کے دل نے ان کی نگاہ کو نہیں جھٹلایا) خدا کی طرف سے اس بات کا اظہار ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جبریل سے ملاقات کسی وہم یا خیال پر مبنی نہیں تھی، بلکہ ایک قطعی واقعہ تھا۔

اوپر بیان کردہ آیات کے فوراً بعد وہ آیات آتی ہیں جو جبریل سے آپ کی دوسری ملاقات کا ذکر کرتی ہیں:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى. عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى. عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى. اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى. مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى. (النجم ۵۳: ۱۳-۱۷)

”اور اس نے ایک بار اس کو اور بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ بھی ہے۔ جب کہ چھائے ہوئے تھی سدرہ کو جو چیز چھائے ہوئے تھی۔ نہ نگاہ کج ہوئی اور نہ بے قابو۔“

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے امام امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

”جس طرح اوپر ارشاد ہوا ہے: ’مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى‘ (۱۱) (جو کچھ اس نے دیکھا وہ دل کی خیال آرائی نہیں تھی)، اسی طرح یہاں فرمایا کہ اس مشاہدے کے موقع پر بھی نہ تو نگاہ بہکی اور نہ بے قابو ہوئی، بلکہ پیغمبر نے جو کچھ مشاہدہ کیا پورے قرار و سکون اور پوری دل جمعی کے ساتھ مشاہدہ کیا۔ ’زیغ‘ کے معنی کج ہونے کے ہیں، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کسی جلوے کے مشاہدے میں اس کے صحیح زاویے سے کج نہیں ہوئی، بلکہ آپ نے ہر چیز کا مشاہدہ اس کے بالکل صحیح زاویے سے کیا۔ ’طَغٰى‘ کے معنی بے قابو ہونے کے ہیں۔ یعنی اگرچہ انوار و تجلیات کا ایسا ہجوم تھا کہ الفاظ اس کی تعبیر و تصویر سے قاصر ہیں، لیکن آپ کی نگاہ ذرا بھی بے قابو نہیں ہوئی، بلکہ آپ نے ہر چیز کا مشاہدہ اچھی طرح جم کر کیا۔“[20]

چنانچہ قرآن نے جس طریقے سے ان دو واقعات[21] کا ذکر کیا ہے، اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ پیغمبر کو کس

۱۹۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، طبع دوم، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۱۹۸۶ء)، ۸/ ۵۴-۵۵۔

۲۰۔ ایضاً، ۸/ ۵۷۔

۲۱۔ مراد وہ دونوں واقعات ہیں جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت دی گئی اور جن کا ذکر قرآن کرتا ہے۔

درجے کا یقین ہوتا ہے جب وہ خدائی رابطے میں آتا ہے۔ اسے کسی قسم کا خوف یا شک لاحق نہیں ہوتا۔ روایت اس کے برخلاف ایک اور ہی تصویر پیش کر رہی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جبریل کا بھی کوئی خاص تعارف نہیں تھا۔

۴۔ اگر سورۂ نجم کی ابتدائی آیات کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جبریل سے آپ کی ملاقات کے اس پورے واقعہ کو قرآن نے دلیل نبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ آیات کے الفاظ یہ ہیں:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى. مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى. وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى. (۵۳: ۱-۴)

''گواہ ہیں ستارے، جب کہ وہ گرتے ہیں کہ تمھارا ساتھی نہ بھٹکا ہے اور نہ گم راہ ہوا ہے۔ اور وہ اپنے جی سے نہیں بولتا۔ یہ تو بس وحی ہے جو اس کو کی جاتی ہے۔''

اس گواہی کو سمجھنے کے لیے کچھ پس منظر جاننا ضروری ہے: سورۂ ملک میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ ستاروں کو شیاطین پر برسایا جاتا ہے 'رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ' (۶۷: ۵) اور سورۂ صافات میں بیان ہوا ہے کہ اس بمباری کی وجہ یہ ہے کہ جنوں یا ارواح خبیثہ میں سے کوئی وحی اچک لینے کی کوشش کرتا ہے۔ افق پر یہ منظر شہاب ثاقب کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ. وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ. لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ. دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ. اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ. (۳۷: ۶-۱۰)

''بے شک، ہم ہی نے سجایا ہے سماء دنیا کو ستاروں کی زینت سے۔ اور اس کو محفوظ کیا ہے اچھی طرح ہر سرکش شیطان کی دراندازی سے۔ اور وہ ملاء اعلیٰ کی طرف کان نہیں لگانے پاتے اور وہ ہر جانب سے دھتکارے جاتے ہیں۔ کھدیڑنے کے لیے اور ان کے لیے ایک دائمی عذاب ہے۔ مگر یہ کہ کوئی اچک لے کوئی بات تو ایک دہکتا شعلہ اس کا تعاقب کرتا ہے۔''

اب استدلال کی طرف آیئے: وہ مقدمہ جس پر یہ گواہی پیش کی گئی ہے، یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ دوسرے الفاظ میں وحی الٰہی کی سن گن لینے کی وجہ سے جب شہاب ثاقب شیاطین پر برسائے

جاتے ہیں تو یہ واقعہ اس بات کی دلیل بن جاتا ہے کہ رسول خدا نہ بھٹکا ہے اور نہ ہی کسی وہم کا شکار ہوا ہے اور نہ ہی اپنی طرف سے بات بنا کر خدا کی طرف سے پیش کر رہا ہے۔ مذہب کے بارے میں وہ جو بھی کہتا ہے، من جانب اللہ ہوتا ہے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ آپ کو 'صَاحِبُکُمۡ' (تمھارا ساتھی) کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ یہ لفظ دراصل ایک پورے استدلال کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ امام امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''لفظ 'صَاحِب' یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہوا ہے اور ضمیر خطاب کے مخاطب قریش ہیں۔ ان کو خطاب کر کے کہا جارہا ہے کہ یہ پیغمبر جو تمھارے اپنے دن رات کے ساتھی ہیں تمھارے لیے کوئی اجنبی نہیں ہیں۔ تم ان کے ماضی و حاضر، ان کے اخلاق و کردار اور ان کے رجحان و ذوق سے اچھی طرح واقف ہو۔ تم نے کب ان کے اندر کوئی ایسی بات دیکھی ہے جس سے یہ شبہ بھی ہو سکے کہ ان میں کہانت یا نجوم کا کوئی میلان پایا جاتا ہے۔ اس طرح کا ذوق کسی کے اندر ہوتا ہے تو دن رات کے ساتھیوں سے وہ عمر بھر چھپا نہیں رہتا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جو چیز اتنی مدت تک تم نے ان کے اندر کبھی محسوس نہیں کی اب جب انھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور تم کو اللہ کا کلام سنایا تو تم نے ان کو کاہن اور نجومی کہنا شروع کر دیا۔ حالاں کہ ان کی زندگی اور ان کا کلام شاہد ہے کہ ان کے اندر کسی ضلالت یا غوایت کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔''[22]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اب اگر یہ آیات دلیل نبوت کے طور پر آئی ہیں تو جیسا کہ استاذ گرامی جاوید احمد صاحب غامدی[23] نے استدلال کیا ہے، سورۂ نجم کی مذکورہ بالا آیات (۵-۱۱) دراصل جبریل کی آپ سے پہلی ملاقات کا ذکر کرتی ہیں، بلکہ بجا طور پر پہلی وحی کے نزول کو بیان کرتی ہیں، ورنہ یہ بات ماننی پڑے گی کہ زیر بحث روایت ہی دراصل پہلی وحی ہے، جب کہ سورۂ نجم کی محولہ بالا آیات میں کسی بعد کی وحی و ملاقات کا ذکر ہے۔ یہ ماننے کے نتیجے میں پھر یہ لازم آئے گا کہ کچھ عرصے تک آپ شک اور اضطراب کی کیفیت میں رہے، جیسا کہ روایت بیان کرتی ہے۔ یہ بات سورۂ نجم کی مذکورہ بالا آیات (۵-۱۱) کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے۔ ان آیات کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے یقین اور کامل اطمینان کی کیفیت میں وحی کو پایا۔ انھیں ایک لمحہ کے لیے بھی کوئی تردد لاحق نہیں ہوا۔

۲۲۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن ۸/۵۳۔

۲۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: البیان ۵/۶۵۔

دوسرے الفاظ میں فرشتے اور پیغمبر کی ملاقات اپنی نوعیت میں بالکل قطعی اور غیر مبہم ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف یہ روایت بالکل الٹ تصویر پیش کرتی ہے۔

۵۔ روایت کے اکثر طرق[۲۴] میں یہ بیان ہوا ہے کہ اس موقع پر سورۂ علق کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں۔ سورہ پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی آیات آپس میں اس درجہ پیوستہ ہیں کہ پہلی پانچ آیات کو بقیہ سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ مزید برآں سورہ کے مزاج میں جو تندی اور سختی پائی جاتی ہے، اس لحاظ سے یہ کسی بھی طرح پہلی وحی کے لیے موزوں نہیں ہے۔ تاہم اگر یہ مان لیا جائے کہ اس موقع پر صرف پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں تو یہ سوال تو پیدا نہیں ہوتا، البتہ ایک دوسرا سوال ضرور ذہن میں آتا ہے کہ سورہ کی چھٹی آیت سابقہ آیات سے غایت درجہ پیوستہ ہے اور اس سے کسی نئی وحی کا آغاز کسی طرح بھی موزوں نہیں۔ چھٹی آیت کا آغاز لفظ 'کَلَّآ' (ہرگز نہیں) سے ہو رہا ہے۔ اس لفظ نفی کا فطری تقاضا ہے کہ اس سے پہلے کسی بات کو موجود مانا جائے جس کی تردید مقصود ہو۔ دوسرے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ کسی ایسے جملے سے کسی نئی وحی کا آغاز، جس کی ابتدا لفظ 'کَلَّآ' سے ہو، بعید از قیاس ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مزید برآں، بخاری میں موجود ایک اور روایت کے مطابق پہلی وحی سورۂ مدثر پر مشتمل تھی، نہ کہ سورۂ علق کی پہلی پانچ آیات پر:

حدثنا إسحاق بن منصور حدثنا عبد الصمد حدثنا حرب حدثنا يحيي قال: سألت أبا سلمة أي القرآن أنزل أول؟ فقال: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ فقلت: أنبئت أنه ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ فقال أبو سلمة: سألت جابر بن عبد الله أي القرآن أنزل أول؟ فقال: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ فقلت: أنبئت أنه: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ فقال: لا

''یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا: میں نے ابو سلمہ سے پوچھا: قرآن کا کون سا حصہ سب سے پہلے نازل ہوا؟ انھوں نے جواب دیا: 'یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ'۔ اس پر میں نے جواب دیا: مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ تو 'اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ' ہے۔ تب ابو سلمہ نے کہا: میں نے جابر بن عبد اللہ سے پوچھا: قرآن کا کون سا حصہ سب سے پہلے نازل ہوا؟ اس پر میں نے جواب دیا: مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ تو 'اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ' ہے۔

۲۴۔ دیکھیے مثال کے طور پر: بخاری، رقم ۴۶۷۰، ۶۵۸۱۔ مسلم، رقم: ۱۶۰۔

أخبرك إلا بما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ "جاورت في حراء فلما قضيت جواري هبطت فاستبطنت الوادي فنوديت فنظرت أمامي وخلفي وعن يميني وعن شمالي فإذا هو جالس على عرش بين السماء والأرض فأتيت خديجة فقلت: دثروني وصبوا علي ماءً باردًا وأنزل علي: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾".

تب جابر نے کہا: میں آپ کو اس بات کی خبر نہ دوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی تھی؟ انھوں نے کہا: میں حرا قیام کے لیے گیا۔ اپنے قیام کے اختتام پر میں نیچے اترا اور گھاٹی تک پہنچا۔ پھر مجھے آواز دی گئی۔ سو میں نے اپنے سامنے پیچھے دائیں اور بائیں جانب نظر دوڑائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھے ہیں۔ پھر میں خدیجہ کے پاس آیا اور ان سے کہا: مجھے اوڑھا دیں اور مجھ پر ٹھنڈا پانی انڈیل دیں اور مجھ پر 'يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ' نازل ہوئی ہے۔"[25]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۶۔ روایت کے مطابق جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (اِقْرَاْ) پڑھنے کا حکم دیا۔ کسی لکھی ہوئی چیز[26] کی عدم موجودگی میں اس حکم کا یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ جبریل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ کو دہرانے کے لیے کہا تھا جو انھوں نے آپ کو کہے تھے۔ اس صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں یہ کیوں فرمایا کہ وہ پڑھ نہیں سکتے ہیں۔ یقیناً وہ الفاظ دہرانے پر پوری طرح قادر تھے۔

۷۔ اگر اس موقع پر قرآن کی آیات نازل ہوئی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اطلاع خدیجہ

۲۵۔ دیکھیے مثال کے طور پر: بخاری، رقم ۴۶۴۰۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ یہ روایت ایک اور روایت سے متضاد ہے جس کے مطابق سورۂ مدثر دراصل سورۂ علق کے بعد زمانۂ فترت کے بعد نازل ہوئی۔ چنانچہ سورۂ مدثر کو اس روایت کی رو سے پہلی وحی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ دیکھیے: بخاری، رقم ۴)۔ اہل علم نے اس تضاد کو دور کرنے کی مختلف کوششیں کی ہیں مگر کوئی بھی اطمینان بخش نہیں معلوم ہوتی۔ دیکھیے مثال کے طور پر: جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین ابی بکر بن محمد بن سابق السیوطی، الإتقان فی علوم القرآن، طبع اول، (لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۶ء) ۱/۷۵-۷۶۔

۲۶۔ بعض کم زور روایات میں یہ بیان ہوا ہے کہ جبریل لکھی ہوئی آیات لائے تھے۔ دیکھیے مثال کے طور پر: الطبری، تاریخ ۱/۳۲۔ اگر یہ بات مان بھی لی جائے تب بھی کیا جبریل کو معلوم نہیں تھا کہ آپ پڑھنے سے واقف نہیں ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کیوں نہیں دی؟اس کے بر عکس آپ نے صرف اپنے خوف اور اضطراب کا ذکر ان سے کیا[27]۔ کیا وحی کے مشمولات آپ کے نزدیک اتنی اہمیت نہیں رکھتے تھے کہ ان کا تذکرہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا جاتا؟

۸۔ ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اگر آیات قرآن نازل کی گئی تھیں تو کیا یہ نشانی کافی نہیں تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے سرفراز کیے جارہے تھے؟ کیا ایک فرستادۂ الٰہی کو کسی کی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی اور اس کی نبوت کی تصدیق کرے؟قرآن سے واضح ہوتا ہے کہ ایک نبی کو وحی کے ماخذ کا کامل یقین ہوتا ہے کہ وہ خدا سے پا رہا ہے (ملاحظہ ہو اوپر بیان کردہ نکتہ نمبر ۳)۔

۹۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ بعض مرسل روایات جنھیں سیرت النبی کے اولین سیرت نگار ابن اسحٰق کے دو شاگردوں[28] نے بیان کیا ہے، ان میں اس بات کی صراحت ہے کہ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم خواب میں پیش آیا تھا۔[29]

خاتمۂ بحث

پچھلے صفحات میں کی گئی تفصیلی بحث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جب تک اس روایت کی سند اور متن پر اٹھائے گئے سوالات کے تسلی بخش جوابات نہیں ملتے، اس وقت تک اس روایت پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ ابن اسحٰق (م ۱۵۱ھ) جو قدیم ترین سیرت نگاروں میں سے ہیں، نے اپنی کتاب میں اس ضمن میں جو روایت بیان کی ہے، اس میں صرف انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کی نوعیت

۲۷۔ اس تنقید کو امام امین احسن اصلاحی نے بیان کیا ہے۔ دیکھیے: امین احسن اصلاحی، شرح صحیح بخاری، تدوین: خالد مسعود، سعید احمد، سید اسحٰق، طبع اول (لاہور: ادارۂ تدبر قرآن وحدیث، ۲۰۰۲ء)، ۳۰۔

۲۸۔ ان میں سے ایک سلمہ بن الفضل الآبراش الاناری (م بعد از ۱۹۰ھ) اور دوسرے یونس بن بکیر (م ۱۹۹ھ) ہیں۔ مقدم الذکر کے لیے دیکھیے: الطبری، تاریخ ۱/ ۵۳۲-۵۳۳۔ مؤخر الذکر کے لیے دیکھیے: ابن اسحٰق، السیرۃ ۲/ ۱۰۰-۱۰۳، (رقم ۱۴۰)۔

۲۹۔ بادی النظر میں ایک مرسل روایت کا ایک متصل روایت سے موازنہ شاید غیر منصفانہ نظر آئے۔ تاہم مراسیل صحابہ میں ہونے کے باوجود اسے اگر متصل مان بھی لیا جائے تب بھی اس پر پیدا ہونے والے سوالات اور اشکالات اسے کمزوری کے اس درجے پر لے آتے ہیں جس کے بعد یہ موازنہ غیر منصفانہ نہیں رہتا۔

اور ان کی خلوت گزینی کے رجحان کو بیان کیا ہے۔ نہ اس میں کسی تحنث کا ذکر ہے اور نہ ہی دوسری تفصیلات کا جن پر گذشتہ صفحات میں اعتراضات اٹھائے گئے ہیں۔ اس کا متن ملاحظہ ہو:

نا أحمد نا يونس عن ابن اسحاق قال: حدثني محمد ابن مسلم بن شهاب الزہري عن عروة عن عائشة أنها قالت: أول ما ابتدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من النبوة حين أراد الله عز وجل كرامته ورحمة العباد به ألا يرى شيئًا إلا جاءت كفلق الصبح فمكث على ذالك ما شاء الله عز وجل أن يمكث وحبب الله عز وجل إليه الخلوة فلم يكن شيء أحب إليه من أن يخلو وحده.

"...عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ابتدا، جب کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اپنے بندے کو جود و کرم سے نوازیں گے، خوابوں سے ہوئی جو صبح کی روشنی کی طرح ہوتے۔ وہ یہ خواب دیکھتے رہے جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر خدا نے تنہائی کو ان کے لیے محبوب بنا دیا۔ کوئی چیز بھی ان کو خلوت گزینی سے عزیز نہ رہی۔"[۳۰]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اگر بات اتنی سی ہی ہے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ یہ بعید از امکان نہیں کہ روایت اپنی موجودہ شکل میں راویوں کے سوء فہم یا کسی دانستہ تصرف کا نتیجہ قرار دے دے۔

ضمیمہ (۱)

ابن شہاب زہری کے بارے میں دیگر معلومات ملاحظہ ہوں:

۳۰۔ محمد بن اسحٰق بن یسار، السیرۃ، (شہر غیر مذکور: معہد الدراسات و الابحاث للتعریف، تاریخ غیر مذکور) ۲/ ۱۰۰۔ بعد کی بھی بعض کتب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف خلوت کی طرف میلان کا ذکر ہے، مزید کوئی تفصیل نہیں۔ دیکھیے: ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن، (بیروت: دار إحياء التراث العربي، تاریخ غیر مذکور) ۵/ ۵۹۶، (رقم: ۳۶۳۲)؛ احمد بن حنبل، مسند ۶/ ۱۵۳، (رقم: ۲۵۲۴۳)؛ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، الاوائل، طبع اول (بیروت: دار الفرقان، ۱۴۰۳ھ)، ۴۲، (رقم: ۱۶)؛ ابو بکر احمد بن عمرو بن عاصم الشیبانی، الاوائل (کویت: دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، تاریخ غیر مذکور)، ۸۷، (رقم: ۱۰۰)۔

الکعبی لکھتے ہیں:[31] الکرابیسی بیان کرتے ہیں کہ زہری سالم اور عبید اللہ بن عبد اللہ سے وہ کچھ روایت کرتے ہیں جو کوئی نہیں کرتا۔ جب یحییٰ بن معین سے زہری کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا: 'لیس بشيء'۔ یحییٰ بن معین نے یہ بھی کہا کہ یحییٰ بن ابی کثیر کی روایات زہری سے بہتر ہیں۔

الذہبی لکھتے ہیں:[32] شعبہ کی راے میں یحییٰ بن ابی کثیر حدیث کے معاملے میں زہری سے بہتر ہیں۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اگر زہری اور یحییٰ بن ابی کثیر میں مخالفت پائی جائے تو یحییٰ کو ترجیح دینی چاہیے۔ زہری کی متساہلانہ طبیعت اس بات سے بھی واضح ہوتی جوان کے ایک شاگرد عبید اللہ بن عمر نے ان کے بارے میں کہی ہے:

أخبرنا أنس بن عياض عن عبيد الله بن عمر قال: رأيت ابن شهاب يؤتى بالكتاب من كتبه فيقال له: ياأبا بكر، هذا كتابك وحديثك نرويه عنك فيقول: نعم، ما قرأه ولا قرئ عليه.

"...میں نے ابن شہاب کو دیکھا جب ان کے پاس ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب لائی گئی۔ تو ان سے کہا گیا: اے ابو بکر، یہ آپ کی کتاب ہے اور اس میں آپ کی بیان کردہ روایات موجود ہیں۔ کیا ہم آپ سے اسے روایت کر لیں؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، جب کہ نہ انھوں نے اسے پڑھا اور نہ ہی وہ ان کو پڑھ کر سنائی گئی۔"[33]

ایک اور موقع پر یہ بات ایسے بیان ہوئی ہے:

أخبرنا أبو محمد بن الأكفاني أنبأنا أبو الحسن بن أبي الحديد أنبأنا جدي أنبأنا عبد الغافر بن سلامة بن أزهر

"...عبید اللہ بن عمر نے کہا: میں ایک طے کی ہوئی کتاب زہری کے پاس لایا اور ان سے کہا: کیا اسے میں آپ سے روایت کر سکتا ہوں؟ انھوں

۳۱۔ ابو القاسم عبد اللہ الکعبی، قبول الاخبار فی معرفة الرجال، طبع اول، (بیروت: دار الکتب العلمية، ۱۴۲۳ھ) ۲۶۸/۱۔ ۲۷۱۔

۳۲۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز بن عبد اللہ الذھبي، سیر اعلام النبلاء، طبع نہم، (بیروت: موسسة الرسالة، ۱۴۱۳ھ) ۲۸/۶۔

۳۳۔ ابو عبد اللہ محمد بن سعد الزہری، الطبقات الکبری القسم المتمم لتابعی اهل المدينة و من بعدهم، طبع دوم (مدینہ منورۃ: مکتبة العلوم و الحکم، ۱۴۰۸ھ)، ۱۷۳۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

الحمصي أنبأنا أبو سعيد الأشج فيما كتب إلينا أنبأنا أبو ضمرة أنس بن عياض ثنا عبيد الله بن عمر قال: أتيت الزہري بكتاب مدرج فقلت: أروي هذا عنك؟ قال: نعم.

نے جواب دیا: ہاں۔"[۳۴]

زہری کے ایک اور شاگرد معمر بن راشد نے ان کی اس روش کو اس طرح بیان کیا ہے:

أخبرنا عبد الله بن يحيي بن عبد الجبار السكري قال: أنا إسماعيل بن محمد الصفار قال: ثنا أحمد بن منصور الرمادي قال: ثنا عبد الرزاق قال: أنا معمر قال: رأيت رجلاً من بني أمية يقال له إبراهيم بن الوليد جاء إلى الزہري بكتاب فعرضه عليه، ثم قال: أحدث بهذا عنك يا أبا بكر؟ قال: إي لعمري فمن يحدثكموه غيري.

"... معمر نے کہا: میں نے بنو امیہ کے ایک آدمی ابراہیم بن ولید کو دیکھا۔ وہ زہری کے پاس ایک کتاب لے کر آئے اور انھیں پیش کی۔ پھر کہا: کیا یہ میں آپ کی طرف سے روایت کر دوں، اے ابو بکر؟ زہری نے جواب دیا: میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے علاوہ اور کون ہے جس نے تم سے یہ بیان کی ہو گی۔"[۳۵]

ایک اور موقع پر معمر بن راشد اپنے استاذ کی اس متساہل روش کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

أخبرنا أبو القاسم إسماعيل بن أحمد أنبأنا محمد بن هبة الله أنبأنا محمد

"... معمر نے کہا: زہری کا اپنے اصحاب کے بارے میں وہی معاملہ تھا جو الحکم بن عتبہ کا اپنے

۳۴۔ ابوالقاسم علی بن الحسین بن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۵ء) ۳۶۴/۵۵۔

۳۵۔ احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی، الکفایة فی علم الروایة (مدینة: المکتبة العلمیة، تاریخ غیر مذکور)، ۲۶۶۔ روایت کے الفاظ سے کوئی شخص یہ استدلال کر سکتا ہے کہ ابراہیم بن الولید نے یہ کتاب زہری کو پڑھ کر سنائی ہو گی اور اس طرح اس کو ان کی توثیق حاصل ہو گی۔ تاہم زہری کی طرف سے جملے کا آخری حصہ یہ صاف بتا رہا ہے کہ انھوں نے ابراہیم کو اپنی سند پر بیان کرنے کی اجازت کتاب کی بغیر پڑتال کیے ہی دے دی تھی۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بن الحسين أنبأنا عبد الله بن جعفر ثنا يعقوب ثنا العباس بن عبد العظيم حدثنا عبد الرزاق قال: قال معمر: كان الزہري في أصحابه مثل الحكم بن عتيبة في أصحابه ينقل حديث بعضهم إلى بعض.

اصحاب کے بارے میں تھا: دونوں ایک استاذ کی روایت دوسرے سے منسوب کر دیتے تھے۔"[۳۶]

ان الفاظ کے فوراً بعد یہ عبارت درج ہے:

أخبرنا أبو محمد بن طاؤوس أنبأنا أبو الغنائم بن أبي عثمان أنبأنا أبو عمر بن مهدي أنبأنا محمد بن أحمد بن يعقوب ثنا جدي حدثني أحمد بن حنبل سمع عبد الرزاق قال: قال معمر: كان الزہري في أصحابه مثل الحكم في أصحابه يروي عن عروة وسالم الشيء كذالك.

"...زہری کا اپنے اصحاب کے بارے میں وہی معاملہ تھا جو الحکم بن عتیبہ کا اپنے اصحاب کے بارے میں تھا: وہ عروہ اور سالم سے اسی طرح روایت کرتے تھے۔"[۳۷]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

یہ اقتباس موجودہ روایت کے تناظر میں ایک نہایت اہم معلومات فراہم کرتا ہے، اس لیے کہ اس میں زہری عروہ ہی سے روایت کر رہے ہیں۔ چنانچہ نہیں معلوم کہ یہ روایت زہری نے واقعی عروہ سے سنی تھی یا کسی اور سے۔

اسی ضمن میں عروہ کے فرزند ہشام بن عروہ کا قول بہت اہمیت رکھتا ہے جو انھوں نے زہری کے ان کے والد سے روایت کے بارے میں کہی ہے۔ الربعی (م۳۲۹ھ) لکھتے ہیں:

۳۶۔ ابوالقاسم علي بن الحسین بن عساکر ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، (بیروت: دارالفکر، ۱۹۹۵ء) ۵۵/ ۳۵۳۔

۳۷۔ ایضاً۔

حدثنا محمد بن روح، قال: سمعت الأصمعي يقول: سمعت ابن أبي الزناد يحدث عن ہشام بن عروة قال: ما حدث ابن شهاب عن أبي بحديث فيه طول إلا زاد فيه ونقص.

”...ہشام بن عروہ نے کہا: زہری جو بھی مفصل روایات میرے والد سے کرتے ہیں، ان میں یا اضافہ کر دیتے ہیں یا کمی۔“[38]

اس سے زہری کی داستان سرائی کی عادت کا پتا چلتا ہے۔ چنانچہ یہ معلوم نہیں کہ زیر نظر روایت میں ان کی کتنی رنگ آمیزی شامل ہے۔

زہری کے خلاف ایک الزام یہ بھی ہے کہ ان کے بنو امیہ کے اصحاب اقتدار سے مشکوک تعلقات تھے۔ ان کے ایک ہم عصر صاحب علم مکحول (م ۱۱۲ھ) کا ان کے بارے میں بیان ہے:

أي رجل هو لولا أنه أفسد نفسه بصحبة الملوك.

”وہ کیا ہی عمدہ شخص ہو سکتے تھے اگر انھوں نے اہل اقتدار کی صحبت سے اپنے آپ کو خراب نہ کر لیا ہوتا۔“[39]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ابن الجنید (م ۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

سمعت يحيى بن معين يقول: «منصور عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة، أحب إلي من ہشام بن عروة عن أبيه عن عائشة»، قيل له: فالزہري عن عروة عن عائشة؟ قال: هما سواء، ومنصور أحب إلي، لأن الزہري كان سلطانيًا.

”میں نے یحییٰ بن معین کو کہتے سنا: میں منصور کا ابراہیم سے روایت کرنا اور ابراہیم کا الاسود سے اور الاسود کا عائشہ سے مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت ہشام بن عروہ کا اپنے والد عروہ سے اور عروہ کا عائشہ سے۔ ان سے پوچھا گیا: زہری کا عروہ سے اور عروہ کا عائشہ سے روایت کرنا کیسا ہے۔ انھوں

۳۸۔ عبداللہ بن احمد بن ربیعہ بن زبر الربعی، منتقی من اخبار الاصمعی، طبع اول (شہر غیر مذکور: دار طلاس، ۱۹۸۷)، ۹۳-۹۴، (رقم: ۳)۔

۳۹۔ الذہبی، سیر اعلام النبلاء ۵/۳۳۹۔

نے جواب دیا: دونوں برابر ہیں۔ منصور کی روایت
مجھے زیادہ پسند ہے، کیونکہ زہری کا تعلق حکومتی
گروہ سے ہے۔"[40]

یہاں یہ الفاظ: "زہری کا عروہ سے اور عروہ کا عائشہ سے روایت کرنا کیسا ہے" پیش نظر رہیں، کیونکہ زیر بحث روایت کی یہی سند ہے۔

عمرو بن عبید (م ۱۴۴ھ) نے ان الفاظ میں زہری کے اہل اقتدار سے مراسم کو تنقید کا نشانہ بنایا:

أخبرنا أبو البركات الأنماطي أنبأنا ثابت بن بندار أنبأنا محمد بن علي بن يعقوب القاضي أنبأنا محمد بن أحمد البابسيري ثنا الأحوص بن المفضل بن غسان ثنا أبي قال: وحدثني محمد بن عبد الله الغلابي عن عمر بن رديح قال: كنت مع ابن شهاب الزهري نمشي فرآني عمرو بن عبيد فلقيني بعد فقال: ما لك ولمنديل الأمراء يعنى ابن شهاب.

"... عمر بن ردیح نے کہا: میں ابن شہاب زہری کے پاس تھا۔ ہم چل رہے تھے جب عمرو بن عبید نے مجھے دیکھا۔ چنانچہ بعد میں جب وہ مجھ سے ملے تو کہا: تمھارا حکمرانوں کے رومال سے کیا تعلق، یعنی ابن شہاب۔"[41]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

جب ابو حازم سلمہ بن دینار (م ۱۳۶ھ) نے خلیفہ سلیمان بن عبد الملک (م ۹۹ھ) کو نصیحت کی کہ سب سے عمدہ حکمران وہ ہوتے ہیں جو اہل علم سے محبت کرتے ہیں اور سب سے برے اہل علم وہ ہوتے ہیں جو حکمرانوں سے محبت رکھتے ہیں تو اس کے جواب میں خلیفہ نے جواب دیا 'والذي لا إله إلا هو ولأزهدن في الزہري

۴۰۔ ابو اسحٰق ابراہیم بن عبد اللہ بن الجنید، سؤلات ابی اسحاق ابراهیم بن عبداللہ بن الجنید لامام یحیی بن معین، طبع اول (قاہرۃ: الفاروق الحدیثۃ للطباعۃ والنشر، ۲۰۰۷ء)، ۳۵۵۔

۴۱۔ ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق ۵۵/۳۷۰۔

من بعد اليوم'(اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں کہ میں آج کے بعد لازماً زہری سے ترک تعلق کر لوں گا)۔[42] انھی ابو حازم نے زہری کو ایک مفصل خط لکھا اور ان الفاظ میں ان کو نصیحت کی: 'جعلوك قطبًا تدور رحى باطلهم وجسرًا يعبرون بك إلى بلائهم وسلمًا إلى ضلالتهم وداعيًا إلى غيهم وسالكًا سبيلهم يدخلون بك الشك على العلماء ويقتادون بك قلوب الجهال إليهم'(یہ حکمران تمھیں ایک قطب بنادیں گے جو ان کے باطل کے پہیے کو گھمائے گا اور تمھیں ایک پل بنادیں گے جس کے ذریعے سے اپنے باطل کی طرف لے جائیں گے اور تمھیں ایک سیڑھی بنادیں گے جو تمھیں اپنی گم راہی کی طرف لے جائے گی اور تمھیں اپنی سرکشی کی طرف بلانے والا بنادیں گے اور تمھیں اپنے اس راستے پر چلنے والا بنادیں گے جس کے ذریعے سے وہ علما کے اندر شک پیدا کریں گے اور تمھارے ذریعے سے جہلا کے دل کو اپنی پیروی کروائیں گے)[43]۔

مندرجہ ذیل اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک (م ۱۷۹ھ) نے زہری کی اپنے علم کو دنیوی فائدہ کے لیے استعمال کرنے پر سرزنش کی:

أبو أسامة، عن جرير بن حازم، عن الزبير بن سعيد الهاشمي، عن نافع بن مالك، أبي سهل عن مالك بن أنس، قال: دخلت على الزهري أنا ورهط معي، فسألناه الحديث فكأنه لم يبسط إلينا. وجاءه حصى لبني مروان، ومعه كتاب فسأله عنه فحدثه قال: فقلت له: يا أبا بكر، أتاك نفر من إخوانك فسألوك الحديث فلم

"مالک بن انس نے کہا: میں زہری کے پاس ایک گروہ کے ساتھ آیا۔ ہم نے ان سے حدیث روایت کرنے کو کہا، مگر یوں معلوم ہوا کہ ان میں اس کے لیے آمادگی پیدا نہیں ہوئی۔ اس کے بعد بنو مروان کا ایک ہیجڑا ان کے پاس آیا اور اس کے پاس ایک کتاب تھی اور اس نے زہری سے روایت کرنے کو کہا۔ چنانچہ انھوں نے اس کے سامنے روایات بیان کیں۔ سو میں نے ان سے کہا: اے ابو بکر، تمھارے بھائیوں کا ایک گروہ

[42]۔ ایضاً، ۲۲/ ۲۷-۳۱۔

[43]۔ ایضاً، ۲۲/ ۴۲۔

تبسط إليهم، وجاءك هذا فانبسطت إليه وحدثته لمكانه من أصحابه، ألا أحدثك حديثًا بلغني عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ما هو قلت: بلغني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من طلب شيئًا من هذا العلم الذي يراد به وجه الله ليصيب به عرضًا من الدنيا دخل النار" فقال: ما سمعت هذا. قال: قلت أو كل حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم سمعت؟ قال: لا. قلت: فنصفه؟ قال: لعلي قلت: فهذا في النصف الذي لم تسمع.

تمھارے پاس آیا تھا اور اس نے تم سے روایات بیان کرنے کی درخواست کی تھی، مگر تم آمادہ نہ ہوئے۔ یہ شخص تمھارے پاس آیا اور تم نے اسے روایات بیان کیں اور اس لیے کیں کہ اس کا اپنے ساتھیوں میں ایک مرتبہ تھا۔ کیا میں تمھیں ایک ایسی حدیث نہ سناؤں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے پہنچی ہے۔ اس پر انھوں نے جواب دیا: وہ کیا ہے؟ میں نے زہری سے کہا: جس نے علم طلب کیا جو اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بنتا ہے تاکہ وہ کوئی دنیوی فائدہ حاصل کرے، وہ جہنم میں داخل ہو گا۔ اس پر زہری نے کہا: نہیں مجھے یہ خبر نہیں پہنچی۔ میں نے اس سے کہا: کیا تم نے رسول اللہ کی ساری روایات سنی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں۔ میں نے کہا: نصف؟ انھوں نے جواب دیا: شاید۔ میں نے کہا: یہ ان دوسری نصف میں شامل تھی جو تم نے نہیں سنیں۔''[۴۴]

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ علم الرجال کے مختلف اہل عمل نے زہری کو مندرجہ ذیل کا مرتکب قرار دیا ہے:

۱۔ تدلیس

۲۔ ارسال

۴۴۔ الکعبی، قبول الاخبار ۱/۲۶۶۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۳۔ادراج

تدلیس کی تفصیلات یہ ہیں:

وصفه الشافعي و الدار قطني و غير واحد بالتدليس.

"شافعی اور دار قطنی نے ان کو تدلیس کا مرتکب قرار دیا ہے۔"[۴۵]

قال أبو حاتم الرازي: الزهري أحب إلى من الأعمش، وكلاهما يحتج بحديثه فيما لم يدلسا.

"ابو حاتم رازی نے کہا: میں زہری کو اعمش پر ترجیح دیتا ہوں اور دونوں کی ان روایات سے استدلال کیا جا سکتا ہے جن میں انھوں نے تدلیس نہیں کی ہے۔"[۴۶]

نافع (م۱۱۷ھ) نے زہری کی اس کم زوری کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وكان نافع يقول: إن الزہري سمع أحاديث ابن عمر مِني فلقي سالمًا فقال: هذه أحاديث أبيك؟ قال: نعم، فرواها عن سالم وتركني.

"نافع کہا کرتے تھے: بے شک، زہری نے مجھ سے عبد اللہ بن عمر کی روایات سنی ہیں۔ سو جب ان کی ملاقات سالم بن عبد اللہ بن عمر سے ہوئی، انھوں نے ان سے کہا: کیا یہ روایات تمھارے والد کی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ پھر اس کے بعد انھوں نے وہ روایات سالم کی نسبت سے بیان کرنا شروع کر دیں اور مجھ سے انھیں بیان کرنا ترک کر دیا۔"[۴۷]

جہاں تک زہری کی خوگری ارسال کا تعلق ہے، امام ابو داؤد لکھتے ہیں:

حديثه الفان و مائتان، النصف منها مسند.

"ان کی روایات کی تعداد بائیس سو ہے۔ ان میں سے نصف مسند ہیں (باقی مرسل ہیں)۔"[۴۸]

۴۵۔ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، طبقات المدلسین، طبع اول (عمان: مکتبۃ المنار، ۱۹۸۳ء)، ۴۵۔

۴۶۔الکعبی، قبول الاخبار ۴۰۲/۲۔

۴۷۔ایضاً ۲۶۹/۱۔

۴۸۔الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ۱۰۹/۱۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ابن حجر کا بیان ہے:

کان یحي بن سعید لا یری إرسال الزہري و قتادة شیئًا ویقول: ھو بمنزلة الریح.

”یحییٰ بن سعید القطان کی راے میں زہری اور قتادہ کے ارسال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ بہ منزلۂ ریح ہے۔“[49]

امام ذہبی نے یحییٰ بن سعید القطان کے مندرجہ ذیل الفاظ ابو قدامہ سرخسی سے نقل کیے ہیں:

مرسل الزہري شر من مرسل غیرہ لأنه حافظ وکلما قدر أن یسمي سمي وإنما یترك من لا یستجیز أن یسمیه.

”زہری کی مرسل روایات تمام دوسروں سے بدترین ہیں، کیونکہ وہ حافظ ہیں۔ جب وہ چاہتے ہیں تو راوی کا نام ظاہر کر دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں راوی کا نام چھپا لیتے ہیں۔“[50]

امام شافعی فرماتے ہیں:

إرسال الزہري لیس بشيء لأنا نجدہ یروي عن سلیمان بن أرقم.

”زہری کے ارسال کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اس لیے ہم نے انھیں سلیمان بن ارقم سے بھی روایت کرتے دیکھا ہے۔“[51]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس ضمن میں ابن حجر[52] نے مختلف اہل علم کی نسبت سے یہ بات بھی لکھی ہے کہ زہری بارہ افراد سے ارسال کرتے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ عبد الرحمٰن بن اظہر (م ۶۳ھ)

۲۔ عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک[53]

۴۹۔ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، تہذیب التہذیب، طبع الاول، (بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۵ء) ۹/ ۳۹۸۔

۵۰۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۱۱۔

۵۱۔ الذہبی، سیر اعلام النبلاء ۵/ ۳۳۹۔

۵۲۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب ۹/ ۳۹۶-۳۹۸۔

۵۳۔ ابن حجر کے مطابق ان کا انتقال سلیمان بن عبد الملک کی خلافت کے زمانے میں ہوا۔ دیکھیے: ابن حجر، تہذیب التہذیب ۶/ ۲۵۹۔

۳۔ابان بن عثمان بن عفان (م ۱۰۵ھ)

۴۔ مسعود بن الحکم بن الربیع[54]

۵۔ حسین بن محمد السالمی[55]

۶۔عبداللہ بن عمر الخطاب (م ۷۳ھ)

۷۔ عبداللہ بن جعفر الطیار (م ۸۰ھ)

۸۔ عبادہ بن صامت (م ۳۴ھ)

۹۔رافع بن خدیج (م ۷۴ھ)

۱۰۔ام عبداللہ الدوسیہ[56]

۱۱۔ابوہریرہ (م ۵۹ھ)

۱۲۔احزاب بن اسید[57]

یحییٰ بن معین[58] کے مطابق زہری نے عمر بن سعد سے بھی نہیں سنا ہے۔ابو حاتم[59] نے صراحت کی ہے کہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۵۴۔ حافظ مزی کے مطابق ان کی پیدایش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوئی اور ان کا شمار نمایاں تابعین میں ہوتا ہے۔ دیکھیے: ابو الحجاج یوسف بن الزکی المزی، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، طبع اول، (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۹۸۰ء) ۲۷/۴۷۲۔

۵۵۔الصفدی کے مطابق یہ مدینہ کے تابعی تھے۔دیکھیے: ابوالصفاء صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبداللہ الصفدی، الوافی بالوفیات، (بیروت: داراحیاء التراث، ۲۰۰۰ء) ۱۳/۵۹۔

۵۶۔ابن حجر کے مطابق یہ ایک صحابیہ تھیں۔دیکھیے: ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، طبع اول، (بیروت: دار الجیل، ۱۹۹۲ء) ۸/۲۵۲۔

۵۷۔امام بخاری نے جو تفصیلات بیان کی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک تابعی تھے۔دیکھیے: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، التاریخ الکبیر، (شہر غیر مذکور: دار الفکر، تاریخ غیر مذکور) ۲/۶۴۔

۵۸۔ دیکھیے: عباس بن محمد بن حاتم الدوری، تاریخ یحیی بن معین، طبع اول، (مکة: مرکز البحث العلمی و إحیاء التراث الإسلامی، ۱۹۷۹ء) ۳/۲۱۶۔

۵۹۔دیکھیے: عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، مراسیل، طبع اول (بیروت: مؤسسہ الرسالة، ۱۳۹۷ھ)، ۱۹۱-۱۹۲۔

زہری نے مسور بن مخرمہ (م ۶۴ھ) اور عاصم بن عمر بن الخطاب (م ۷۰ھ) سے نہیں سنا ہے۔

زیر بحث روایت کے بعض طرق[60] میں زہری کے ارسال کی ایک بہت واضح مثال موجود ہے۔ ان میں یہ بات آخر میں بیان ہوئی ہے کہ وحی کے تعطل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا مغموم کر دیا کہ ان کا دل اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا کر خودکشی کرنے کی طرف بہت مائل ہو گیا:

وفتر الوحي فترة حتى حزن النبي صلى الله عليه وسلم فيما بلغنا حزنًا غدا منه مرارًا كي يتردى من رؤوس شواهق الجبال فكلما أوفى بذروة جبل لكي يلقي منه نفسه تبدى له جبريل فقال: يا محمد، إنك رسول الله حقًا فيسكن لذالك جأشه وتقر نفسه فيرجع فإذا طالت عليه فترة الوحي غدا لمثل ذلك فإذا أوفى بذروة جبل تبدى له جبريل فقال له مثل ذلك.

”ہم تک جو خبر پہنچی ہے اس کے مطابق جب وحی کے نزول میں کافی تعطل ہوا تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت رنجیدہ ہوئے۔ وہ بار بار جاتے کہ اپنے آپ کو پہاڑوں کی چوٹیوں سے گرا دیں۔ جب جب وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے، جبریل ان کے سامنے ظاہر ہو جاتے اور کہتے: آپ اللہ کے نبی ہیں۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں آپ پر سکون اور مطمئن ہو جاتے۔ اس پر جبریل چلے جاتے۔ پھر مستقبل میں جب کبھی آیندہ اس طرح کی تاخیر ہوتی تو آپ پھر وہی کرتے۔ جیسے ہی وہ پہاڑ کی چوٹی کی طرف چڑھتے، جبریل پھر سے آپ کے سامنے ظاہر ہو جاتے اور سابقہ بات دہراتے۔“

مزید برآں، مندرجہ ذیل روایت سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ یہ اضافہ زہری ہی کی طرف سے ہے:

حدثنا محمد بن عبد الأعلى قال: حدثنا ابن ثور عن معمر عن الزهري قال: فتر الوحي عن رسول الله فترة فحزن حزنًا شديدًا جعل يغدو إلى

”زہری نے بیان کیا: جب وحی کے نزول میں کچھ تعطل پیدا ہوا تو اس چیز نے ان کو سخت رنج میں مبتلا کر دیا۔ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ جاتے تاکہ وہ اپنے آپ کو وہاں سے گرا لیں۔ تو

۶۰۔ مثال کے طور پر دیکھیے: بخاری، رقم ۴۶۷۰، ۶۵۸۱۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

رؤوس شواهق الجبال ليتردى منها فكلما أوفى بذروة جبل تبدى له جبرئيل فيقول: إنك نبي الله فيسكن لذالك جأشه وترجع إليه نفسه فكان النبي يحدث عن ذالك قال: "فبينما أنا أمشي يومًا إذ رأيت الملك الذي كان يأتيني بحراء على كرسي بين السماء والأرض فجئثت منه رعبًا فرجعت إلى خديجة فقلت: زملوني" فزملناه أي دثرناه فأنزل الله عز وجل: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ قال الزهري: فكان أول شيء أنزل عليه: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ﴾ حتى بلغ ﴿مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾.

جب وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے جبریل ان کے سامنے ظاہر ہو جاتے اور کہتے: آپ اللہ کے نبی ہیں۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں آپ پر سکون اور مطمئن ہو جاتے۔ ایک مرتبہ اس واقعہ کو روایت کرتے ہوئے بیان کیا: یکایک میں نے اس فرشتے کو دیکھا جو میرے پاس غار حرا میں تشریف لائے تھے۔ وہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک کرسی پر براجمان تھے۔ اس پر میں خوف سے رک گیا اور خدیجہ کے پاس واپس لوٹ گیا۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا: ہمیں اوڑھا دیں تو انھوں نے ہمیں اڑھا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ نازل کیے: 'يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ'۔ زہری نے بیان کیا: سب سے پہلی چیز جو ان پر نازل ہوئی، وہ 'اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ' ہے 'مَا لَمْ يَعْلَمْ' تک۔"[61]

اہل علم اس بے قاعدگی کو پہلے ہی نوٹ کر چکے ہیں اور اس اضافے کا شمار بلاغات زہری میں سے ہوتا ہے[62]۔ ان بلاغات کو اصحاب علم بے حیثیت قرار دیتے ہیں، کیونکہ یہ سب مرسل ہیں۔ پچھلے صفحات میں مرسلات زہری پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

جہاں تک زہری کے ادراج کا تعلق ہے، 'المعتصر من المختصر' میں ہے:

۶۱۔ الطبری، تاریخ ۱/۵۳۵۔

۶۲۔ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری، (بیروت: دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ھ) ۱۲/۳۵۹۔

كان يخلط كلامه بالحديث و لذالك قال موسى بن عقبة: أفصل كلام النبي صلي الله عليه وسلم من كلامك.

”ابن شہاب زہری اپنے الفاظ کو حدیث میں ملا دیتے تھے اور اس وجہ سے موسیٰ بن عقبہ نے ان سے کہا: اپنے الفاظ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے الگ کیا کرو۔“[۶۳]

اس ضمن میں ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں:

فإن الزہري كان كثيرًا يروي الحديث، ثم يدرج فيه أشياء، بعضها مراسيل، وبعضها من رأيه وكلامه.

”اس لیے کہ ابن شہاب زہری احادیث بیان کرتے اور اکثر اوقات اپنی طرف سے اس میں اضافے کر دیتے تھے۔ ان میں سے بعض مرسل ہوتے اور بعض ان کی اپنی آرا اور الفاظ ہوتے۔“[۶۴]

ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن ابن شہاب کو کہتے:

إن حالتي ليس تشبه حالك، أنا أقول برأي من شاء أخذه و أنت تحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم، فتحفظ، لا ينبغي لأحد أن يعلم أن عنده شيء من العلم يضيع نفسه.

”میرا معاملہ تمھارے سے بالکل مختلف ہے۔ میں اپنی راے بیان کرتا ہوں۔ جو چاہے اسے اختیار کرے (اور جو چاہے اسے ترک کرے)، جب کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بیان کرتے ہو، اس لیے ضروری ہے کہ تم احتیاط سے کام لو اور کسی صاحب علم کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے آپ کو (اس طرح) ضائع کرے۔“[۶۵]

سخاوی (م ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں:

كان الزہري يفسر الأحاديث كثيرًا

”زہری روایات کی بہت تشریح کرتے تھے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۶۳۔ ابو محاسن یوسف بن موسیٰ، المعتصر من المختصر من مشکل الآثار، (بیروت: عالم الکتاب، تاریخ غیر مذکور) ۱/۱۹۶۔
۶۴۔ ابو الفرج زین الدین بن رجب الحنبلی، فتح الباری، طبع اول، (جدہ: دار ابن الجوزی، ۱۹۹۶ء) ۵/۲۸۶۔
۶۵۔ البخاری، التاریخ الکبیر ۳/۲۸۶۔

وربما أسقط أداة التفسير، فكان بعض أقرانه دائمًا يقول له: أفصل كلامك من كلام النبي صلي الله عليه وسلم.

اور بہت سے مواقع پر وہ کلمۂ تفسیر نہیں بیان کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے بعض معاصرین ان سے ہمیشہ کہتے: اپنے الفاظ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے الگ کر لیا کرو۔''[٦٦]

زیر بحث روایت میں بھی زہری کا ادراج دیکھا جا سکتا ہے۔ اس میں لفظ 'التحنث' کی تشریح 'التعبد' (عبادت) سے کی گئی ہے۔ ابن حجر کے مطابق الطیبی (م ۷۴۳ھ) کی رائے میں یہ زہری کی طرف سے ہے۔[٦٧] ابن حجر نے لکھا ہے کہ الطیبی نے اس کے حق میں کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے۔ تاہم راقم کی رائے میں یہ بات بعید از قیاس معلوم نہیں ہوتی۔

یہ تمام معلومات زہری کی شخصیت پر ایک بہت بڑا سوالیہ نشان پیدا کرتی ہیں۔ مزید برآں درج ذیل خط، جو امام لیث (م ۱۷۵ھ) نے امام مالک (م ۱۷۹ھ) کو لکھا، اس سے زہری کی ثقاہت پر مزید شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں:

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وكان يكون من ابن شهاب اختلاف كثير إذا لقيناه، و إذا كاتبه بعضنا فربما كتب في الشيء الواحد على فضل رأيه وعلمه بثلاثة أنواع ينقض بعضها بعضًا، ولا يشعر بالذي مضى من رأيه في ذالك الأمر، فهو الذي يدعوني إلى ترك ما أنكرت تركي إياه.

''اور ہم جب بھی ابن شہاب سے ملتے اختلاف رائے پیدا ہو جاتا۔ جب ہم میں سے کوئی ان سے لکھ کر استفسار کرتا تو وہ اتنے عالم فاضل ہونے کے باوجود تین مختلف جوابات دیتے جو باہم متضاد ہوتے اور ان کو اس بات کا شعور بھی نہ ہوتا کہ وہ کیا کہہ چکے ہیں۔ اس وجہ سے میں نے انھیں ترک کر دیا جو آپ کو پسند نہ آیا۔''[٦٨]

٦٦۔ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی، فتح المغیث، طبع اول، (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۰۳ھ) ۱/ ۲۴۷۔

٦٧۔ ابن حجر، فتح الباری ۱/ ۲۳۔

٦٨۔ الدوری، تاریخ یحیی بن معین ۴/ ۴۹۰۔

زہری کے اس روپ کے بارے میں مندرجہ ذیل معلومات بھی قابل لحاظ ہیں:

ربما احتج له في الحديث جماعة فحدث به مرة عنهم ومرة عن أحدهم بقدر نشاطه حين تحديثه وربما أدخل حديث بعضهم في بعض كما صنع في حديث الإفك وغيره وربما كسل فأرسل وربما انشرح فوصل فلذا اختلف أصحابه عليه اختلافًا كثيرًا.

”بعض اوقات افراد کا ایک گروہ زہری کے آگے حدیث پیش کرتا کسی چیز پر استدلال کی غرض سے۔ چنانچہ بعض اوقات وہ پورے گروہ سے روایت کرتے اور بعض اوقات ان میں سے کسی ایک سے۔ روایت بیان کرنے کا یہ معاملہ ان کے نشاط خاطر پر مبنی ہوتا۔ بعض دفعہ وہ ایک راوی کی بیان کردہ روایت کو کسی اور کی بیان کردہ روایت میں داخل کر دیتے، جیسا کہ وہ روایت افک کے معاملے میں کر چکے ہیں۔ جب وہ تھکاوٹ محسوس کرتے تو مرسل روایات بیان کرتے اور جب وہ بشاش ہوتے تو متصل روایات بیان کرتے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان کے ساتھی ان کے بارے میں بہت اختلاف رکھتے۔“[69]

خلاصۃً یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ درج بالا جرح زہری کو مشکوک راویوں میں شامل کر دیتی ہے۔

ضمیمہ (ب)

ذیل میں ان تمام طرق کا تنقیدی تجزیہ کیا جائے گا:

۱۔ عقیل بن خالد

عقیل بن خالد کی مرویات کو اس اسناد جدول میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

۶۹۔ محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی، شرح الزرقانی علی موطا امام مالك، طبع اول، (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۱۱ھ) ۳/۷۶/۴۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

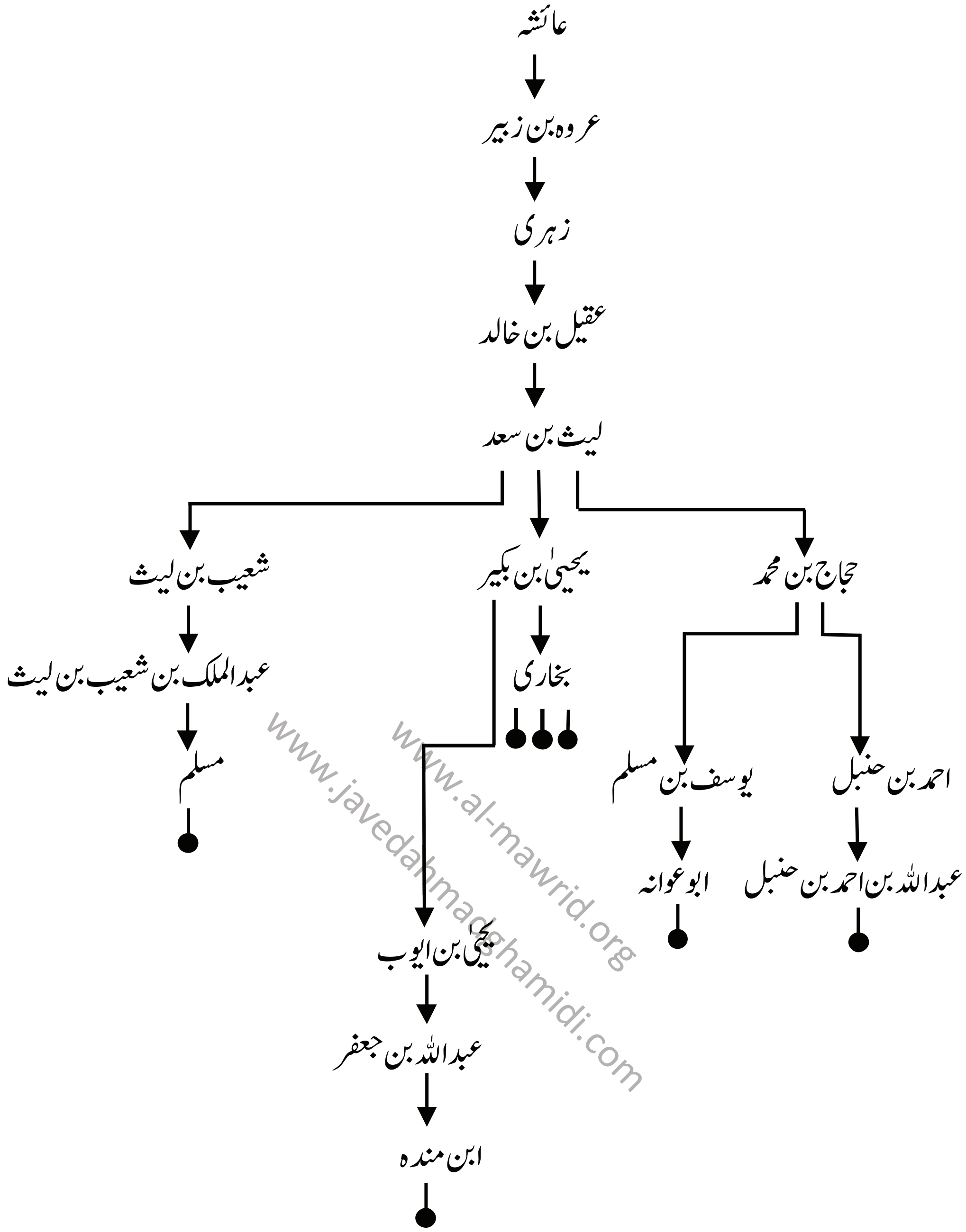

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

یحییٰ بن سعید القطان کی نظر میں عقیل بن خالد ضعیف ہیں۔[70]

احمد بن حنبل کہتے ہیں: اگرچہ لیث بن سعد قابل اعتماد ہیں، تاہم وہ اپنے اساتذہ سے اخذ کرنے میں متساہل ہیں۔[71] ابن عساکر اور سیوطی کی راے میں زہری کی روایات کے معاملے میں ان میں اضطراب پایا جاتا ہے۔[72]

۷۰۔ ابو عبد اللہ احمد بن حنبل الشیبانی، العلل و معرفۃ الرجال، طبع اول، (بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۹۸۸ء) ۲۲۸/۱۔

۷۱۔ مثال کے طور پر دیکھیے: المزی، تہذیب الکمال ۲۶۱/۲۴۔

۷۲۔ ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق ۳۶۴/۵۰؛ جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین ابی بکر بن محمد بن سابق السیوطی، طبقات الحفاظ، طبع اول (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، تاریخ غیر مذکور)، ۱۰۲۔

اس ضمن میں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ زیر بحث جدول میں لیث بن سعد عقیل کے واسطے سے زہری ہی سے روایت کرتے ہیں۔

اگرچہ بہت سے ائمۂ رجال یحییٰ بن بکیر کو ثقہ گردانتے ہیں، تاہم امام ابو حاتم اور امام نسائی کی راے ان کے بارے میں مختلف ہے۔ امام ابو حاتم کے مطابق: 'یکتب حدیثه ولا یحتج به'، جب کہ امام نسائی ایک جگہ ان کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور ایک اور موقع پر ان کے الفاظ ہیں: 'لیس بثقة'۔[۴۳]

۲۔ یونس بن یزید

یونس بن یزید کی مرویات کو اس اسناد جدول میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

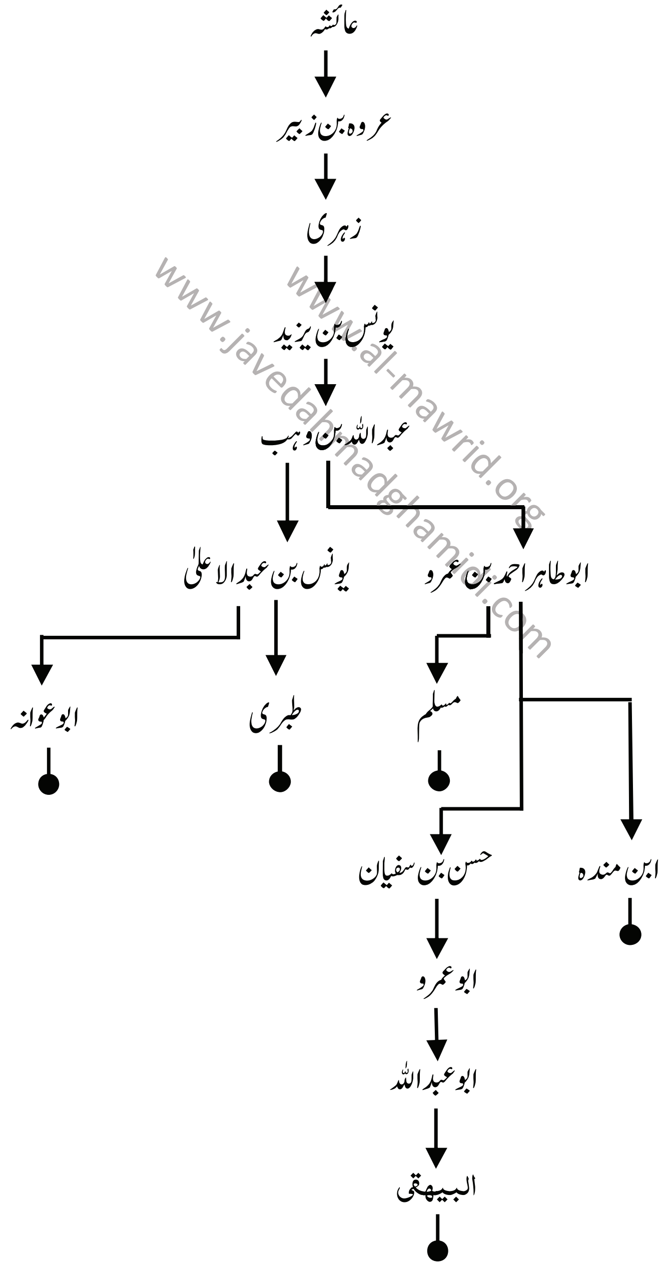

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۴۳۔ مثال کے طور پر دیکھیے: المزی، تہذیب الکمال ۳۱/۴۰۳۔

اگرچہ بہت سے ائمۂ رجال یونس بن یزید کو ثقہ قرار دیتے ہیں، تاہم ان کے بارے میں مندرجہ ذیل حقائق بھی رجال کی کتابوں میں موجود ہیں:

قال أبو زرعة الدمشقي: سمعت أباعبد الله أحمد بن حنبل يقول في حديث يونس عن الزہري منكرات وقال الميموني: سئل أحمد من أثبت في الزہري؟ قال: معمر، قيل: فيونس، قال: روى أحاديث منكرة وقال بن سعد ... وليس بحجة ربما جاء بالشيء المنكر.

"ابوزرعہ نے کہا: میں نے احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یونس بن یزید کی زہری سے نقل کردہ روایات میں منکرات پائی جاتی ہیں۔ اور میمونی نے کہا: احمد سے زہری کے سب سے معتبر شاگرد کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا: معمر۔ جب کسی نے یونس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ منکر روایات بیان کرتے ہیں۔ ابن سعد نے کہا: ...وہ حجت نہیں ہیں اور بعض اوقات منکر روایات بیان کرتے ہیں۔"[۷۴]

نا عبد الرحمٰن نا محمد بن عوف الحمصي قال: قال أحمد بن حنبل: قال وكيع: رأيت يونس الأيلي وكان سيء الحفظ. قال أحمد: سمع منه وكيع ثلاثة أحاديث نا عبد الرحمٰن نا أبي قال: سمعت مقاتل بن محمد قال: سمعت وكيعًا يقول: لقيت يونس بن يزيد الأيلي وذاكرته بأحاديث الزهري المعروفة وجهدت أن يقيم لي حديثًا فما أقامه.

"عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں محمد بن عوف سے اور وہ روایت کرتے ہیں احمد بن حنبل سے کہ وکیع نے کہا: میں نے یونس بن یزید کو دیکھا ہے اور ان کا حافظہ بہت خراب تھا۔ احمد نے کہا: وکیع نے یونس سے تین روایتیں سنی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا: میں نے مقاتل بن سلیمان کو کہتے سنا کہ میں نے وکیع کو کہتے سنا: میں یونس بن یزید سے ملا اور ان سے زہری کی معروف

۷۴۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب ۳۹۶/۱۱۔

روایات پر مذاکرہ کیا اور کوشش کی کہ وہ کم از کم ایک روایت کو درست طریقے سے روایت کریں، مگر وہ یہ بھی نہ کر سکے۔''[75]

قال أبو بكر الأثرم: أنكر أبو عبد الله على يونس وقال: كان يجيء عن سعيد بأشياء ليس من حديث سعيد وضعف أمر يونس وقال: لم يكن يعرف الحديث وكان يكتب أرى أول الكتاب فينقطع الكلام فيكون أوله عن سعيد وبعضة عن الزہري فيشتبه عليه قال أبو عبد الله ويونس يروي أحاديث من رأي الزہري يجعلها عن سعيد قال أبو عبد الله: يونس كثير الخطأ عن الزہري وعقيل أقل خطأ منه وقال أبو زرعة الدمشقي: سمعت أبا عبد الله أحمد بن حنبل يقول في حديث يونس بن يزيد: منكرات عن الزہري.

''ابو بکر الاثرم نے کہا: ابو عبداللہ احمد بن حنبل نے یونس بن یزید پر اعتراض کیا: وہ سعید بن مسیب سے غلط باتیں منسوب کرتے ہیں۔ اور احمد بن حنبل نے یونس کو ضعیف قرار دیا اور کہا: وہ حدیث سے واقف نہیں ہیں اور وہ کتاب کا پہلا حصہ سعید سے براہ راست نقل کرتے اور بات کو مکمل لکھ لیتے تو اس کا پہلا حصہ سعید سے ہوتا اور دوسرا زہری سے اور بعد میں ان کو یاد نہ رہتا کہ کون سا کس کی نسبت بیان کیا۔ اور احمد بن حنبل نے مزید کہا: یونس روایات بیان کرتے جن میں زہری کا نقطۂ نظر ہوتا اور ان کو وہ سعید سے منسوب کرتے اور مزید کہا کہ یونس بہت غلطیاں کرتے جب وہ زہری سے روایت کرتے اور عقیل ان سے کم غلطیاں کرتے۔ اور ابو زرعہ نے کہا: میں نے احمد بن حنبل کو کہتے ہوئے سنا کہ یونس کی زہری سے روایات میں منکرات پائے جاتے ہیں۔''[76]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۳۔ معمر بن راشد

معمر بن راشد کی مرویات کو اس اسناد جدول میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

۷۵۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل ۹/۲۴۸۔

۷۶۔ المزی، تہذیب الکمال ۳۲/۵۵۵۔

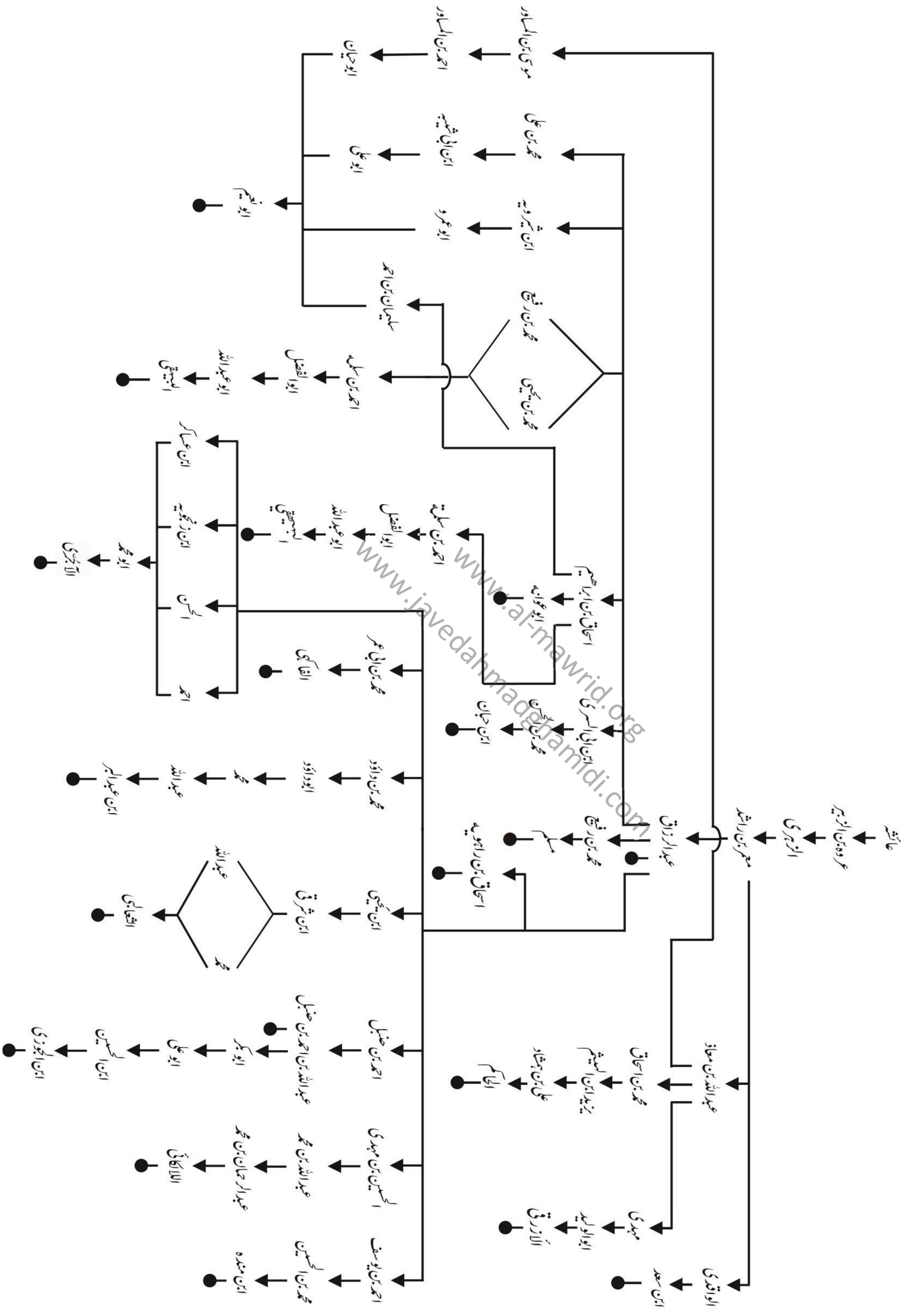

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کعبی بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن حرب کی راے میں معمر کی اکثر روایات میں غلطیاں ہوتی ہیں (إن معمرًا عامة حديثه خطأ)۔ وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ابو نعیم نے ترک کر دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ بہت غلطیاں کرتے ہیں۔[77]

امام ذہبی بیان کرتے ہیں کہ عبد الرزاق نے ابن المبارک کو یہ کہتے سنا کہ وہ معمر سے وہی روایات لکھتے ہیں جو انھوں نے کسی اور سے بھی سنی ہیں۔[78]

یہ بات معلوم رہے کہ معمر کے تین شاگرد ان سے یہ روایت بیان کرتے ہیں:

۱۔ عبد الرزاق بن ہمام

۲۔ عبد اللہ بن معاذ الصنعانی

۳۔ محمد بن عمر الواقدی

عبد الرزاق بن ہمام کے حوالے سے عقیلی بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ ان کو اس بات کا ڈر ہے کہ عبد الرزاق کا شمار ان لوگوں میں ہو گا جن کی ساری دنیوی سعی اکارت جائے گی۔ عباس بن عبد العظیم الانباری نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ عبد الرزاق لپاڑیا ہے اور واقدی ان سے سچا ہے۔[79]

امام ذہبی بیان کرتے ہیں:[80] امام نسائی کی راے میں عبد الرزاق کی روایات میں مناکیر ہوتی ہیں۔ امام بخاری کی راے میں جو کچھ ان کی کتاب سے مروی ہے، وہ زیادہ درست ہے۔ ابن عدی کی راے میں جو روایات عبد الرزاق فضائل کے باب میں روایت کرتے ہیں، ان کی کوئی موافقت نہیں کرتا۔

دار قطنی کہتے ہیں کہ اگرچہ وہ ثقہ ہیں، لیکن معمر کے بارے میں ان روایات کے بارے میں غلطیاں کرتے

۷۷۔ الکعبی، قبول الاخبار ۱/۳۶۵-۳۶۶۔

۷۸۔ الذھبی، سیر اعلام النبلاء ۷/۹۔

۷۹۔ ابو جعفر محمد بن عمر بن موسیٰ العقیلی، الضعفاء الکبیر، طبع اول، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸۴ء) ۳/۱۰۹۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ امام ذہبی نے اس بات کی نشان دہی کی ہے کہ عباس کے علاوہ کسی صاحب علم کی عبد الرزاق کے بارے میں یہ راے نہیں ہے۔ دیکھیے: ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز بن عبد اللہ الذہبی، میزان الإعتدال فی نقد الرجال، طبع اول، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۵ء) ۴/۳۴۳۔

۸۰۔ الذہبی، میزان الإعتدال ۴/۳۴۳۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہیں جو ان کی کتاب میں نہیں پائی جاتیں۔[81]

ابو حاتم اپنے مخصوص الفاظ میں عبدالرزاق کے بارے میں کہتے ہیں: 'يكتب حديثه ولا يحتج به'۔[82]

برذعی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ ابو زرعہ ان کے معاملے سے راضی نہ تھے اور ان سے ایک بڑی سنگین بات منسوب کرتے تھے۔[83]

عبداللہ بن معاذ الصنعانی کے بارے میں عقیلی بیان کرتے ہیں[84]: عبدالرزاق ان کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے والد احمد بن حنبل کو یہ کہتے سنا کہ انھوں نے عبداللہ بن معاذ کو مکہ میں دیکھا تھا، مگر ان سے کچھ نہیں لکھا۔ یہ بات یہاں ملحوظ رہے کہ دوسرے ائمہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

ذیل میں واقدی کے بارے میں جرح بیان کی جاتی ہے:

امام بخاری[85] ان کے بارے میں کہتے ہیں: 'سكتوا عنه' اور یہ کہ احمد اور ابن نمیر نے انھیں ترک کر دیا تھا۔ ایک اور جگہ پر امام بخاری[86] ان کو 'متروك الحديث' قرار دیتے ہیں۔ امام نسائی[87] بھی ان کو 'متروك الحديث' شمار کرتے ہیں۔ ابن حبان[88] بیان کرتے ہیں کہ احمد ان کو جھوٹا کہتے ہیں اور یحییٰ بن معین ان کو 'ليس بشيء' قرار دیتے ہیں اور علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ احادیث وضع کرتے تھے۔ امام ذہبی[89] بیان

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۸۱۔ ابن عساکر، تاریخ مدينة دمشق ۱۸۲/۳۶۔ زیر بحث روایت میں معمر عبدالرزاق سے روایت کرتے ہیں۔

۸۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح و التعديل ۳۸/۶۔

۸۳۔ ابو زرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم بن یزید الرازی، الضعفاء و أجوبة الرازی علی سؤالات البرذعی، طبع دوم (المنصورۃ: دار الوفاء، ۱۴۰۹ھ)، ۴۵۰۔

۸۴۔ العقیلی، الضعفاء الکبیر ۳۰۸/۲۔

۸۵۔ البخاری، التاریخ الکبیر ۱۷۸/۱۔

۸۶۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، الضعفاء الصغیر، طبع اول، (حلب: دار الوعی، ۱۳۳۶ھ)، ۱۰۴۔

۶۷۔ ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی، الضعفاء و المتروکین، (حلب: دار الوعی، ۱۳۹۶ھ)، ۹۲۔

۸۸۔ ابو حاتم محمد بن حبان البستی، المجروحين و الضعفاء و المتروكين، طبع اول، (حلب: دار الوعی، ۱۳۹۶ھ) ۲۹۰/۲۔

۸۹۔ الذہبی، میزان الإعتدال ۲۷۳/۶۔

کرتے ہیں کہ دار قطنی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں: 'فیہ ضعف' اور ابن عدی کہتے ہیں کہ ان کی روایات محفوظ نہیں ہیں۔ حافظ مزی[۹۰] بیان کرتے ہیں کہ امام مسلم کی راے میں وہ 'متروك الحديث' ہیں اور یہ کہ امام حاکم ان کو 'ذاهب الحديث' کہتے ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ[۹۱] بھی ان کو احادیث وضع کرنے کا مرتکب مانتے ہیں۔ حافظ ابن حجر کی راے میں وہ 'متروك' ہیں۔[۹۲]

۴۔ ولید بن محمد

ولید بن محمد کی روایت کو اس اسناد جدول میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

عائشہ

↓

عروہ بن زبیر

↓

زہری

↓

ولید بن محمد

↓

اسود بن سعد

↓

عمر بن صباح

↓

جوہری

↓

ابو احمد عسکری

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۹۰۔ المزی، تہذیب الکمال ۲۶/۱۸۸۔

۹۱۔ ابوالوفاء ابراہیم بن محمد سبط بن العجمی الحلبی، کشف الحثیث عمن رومی بوضع الحدیث (بیروت: مکتبۃ النهضة العربیة، ۱۹۸۷ء)، ۲۴۳۔

۹۲۔ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، تقریب التہذیب، طبع اول (شام: دار الرشید، ۱۹۸۶ء)، ۴۹۸۔

ولید بن محمد ایک مشتبہ راوی ہیں۔ امام ذہبی بیان کرتے ہیں[93]: ابو حاتم کی راے میں وہ 'ضعيف الحديث' ہیں۔ علی بن مدینی کی راے ان کے بارے میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے: 'لا يكتب حديثه'۔ یحییٰ بن معین ان کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ ابن خزیمہ انھیں 'لا يحتج به' کہتے ہیں اور امام نسائی کی راے میں وہ 'متروك الحديث' ہیں۔

حافظ ابن حجر انھیں 'متروك' شمار کرتے ہیں۔[94]

سوید بن سعید کے بارے میں حافظ مزی[95] نے درج ذیل جرح بیان کی ہے:

یعقوب بن شیبہ کی راے میں وہ صدوق 'مضطرب الحديث' ہیں، بالخصوص جب وہ نابینا ہو گئے تھے۔ امام بخاری، صالح محمد البغدادی اور امام حاکم کی راے میں جب وہ نابینا ہو گئے تو ایسی روایات بیان کرتے جو ان کی نہ ہوتیں۔ امام نسائی کے الفاظ ان کے بارے میں یہ ہیں: 'ليس بثقة ولا مأمون'۔ یحییٰ بن معین ان کو حلال الدم قرار دیتے ہیں۔ ابن حبان نے ان کا نام اپنی کتاب المجروحین میں شامل کیا ہے اور لکھا ہے: 'يأتي عن الثقات في المعضلات' اور یہ کہ 'يخطئ في الآثار و يقلب الأخبار' اور یہ بھی کہا ہے کہ ان کی روایات سے احتراز کیا جائے۔[96]

ابن الجوزی[97] نے ان کا نام اپنی ''كتاب الضعفاء'' میں درج کیا ہے اور کہا ہے کہ یحییٰ بن معین ان کو کذاب اور ساقط کہتے تھے اور یہ بھی کہ اگر ان کے پاس ایک گھوڑا اور نیزہ ہوتا تو وہ ان پر حملہ کر دیتے۔ ابن الجوزی نے یہ بھی کہا ہے کہ امام احمد انھیں 'متروك الحديث' کہتے تھے۔

۵۔ صالح بن ابی الاخضر

صالح بن ابی الاخضر کی مرویات کو اس اسناد جدول میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

۹۳۔ الذہبی، میزان الإعتدال ۷/۱۴۰۔

۹۴۔ ابن حجر، تقریب التہذیب ۵۸۳۔

۹۵۔ المزی، تہذیب الکمال ۱۲/۲۵۱۔

۹۶۔ محمد بن حبان، المجروحین ۱/۳۵۲۔

۹۷۔ ابوالفرج عبدالرحمٰن علی بن محمد بن الجوزی، الضعفاء والمتروکین، طبع اول (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ھ) ۲/۳۲۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عائشہ

↓

عروہ بن زبیر

↓

زہری

↓

صالح بن ابی الاخضر

↓

ابوداؤد طیالسی

↓

یونس بن حبیب

↓

ابو بکر بن ابی داؤد

↓

آجری

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

حافظ مزی[98] نے صالح بن ابی الاخضر کے بارے میں جو جرح درج کی ہے، اس کا کچھ حصہ بیان کیا جاتا ہے:

یحییٰ بن معین کا تبصرہ ان کے بارے میں یہ ہے: 'ليس بقوي ضعيف'۔ عجلی کی رائے میں: 'يكتب حديثه و ليس بالقوي'۔ ابراہیم بن یعقوب جزجانی کہتے ہیں: 'متهم في الحديث'۔ ابو زرعہ انھیں 'ضعيف الحديث' قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے پاس زہری کی طرف سے دو کتابیں تھیں: ایک عرض اور دوسری 'مناولة' کی صورت میں۔ وہ دونوں کو خلط ملط کر دیتے۔ ابو حاتم ان کو 'ليّن الحديث' کہتے۔ امام بخاری ان کو ضعیف اور لین کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کچھ وہ زہری سے روایت کرتے ہیں، ان میں وہ نا قابل اعتبار ہیں۔ امام ترمذی، امام نسائی اور یحییٰ بن سعید القطان کے مطابق وہ ضعیف ہیں۔

۶۔ محمد بن عبد اللہ بن ابی عتیق (ابن اخی زہری)

محمد بن عبد اللہ بن ابی عتیق کی روایت کو اس اسناد جدول میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

۹۸۔ المزی، تهذیب الکمال ۱۳/ ۱۳-۱۵۔

عائشہ
↓
عروہ بن زبیر
↓
زہری
↓
محمد بن عبد اللہ
↓
محمد بن عمر واقدی
↓
ابن سعد

محمد بن عمر واقدی پر جرح اوپر بیان کی جا چکی ہے۔

۷۔ نعمان بن راشد

نعمان بن راشد کی روایت کو اس اسناد جدول میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

عائشہ
↓
عروہ بن زبیر
↓
زہری
↓
نعمان بن راشد
↓
جریر
↓
وہب بن جریر
↓
احمد بن عثمان
↓
طبری

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نعمان بن راشد کے بارے میں حافظ مزی[99] نے مندرجہ ذیل جرح بیان کی ہے:

یحییٰ بن سعید القطان ان کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ احمد بن حنبل ان کو 'مضطرب الحديث' کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ وہ 'مناکیر' بیان کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ وہ ضعیف اور 'ليس بشيء' ہیں۔ امام بخاری کے مطابق ان کی روایات میں بڑا تضاد پایا جاتا ہے، اگرچہ وہ صدوق ہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں۔ نسائی انھیں ان الفاظ میں مجروح قرار دیتے ہیں: 'ضعيف، كثير الغلط' اور 'أحاديثه مقلوبة'۔

ابن جنید نے یحییٰ بن معین سے جب پوچھا کہ کیا نعمان بن راشد صرف زہری سے روایت کرنے میں ضعیف ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ ہر ایک سے روایت کرنے میں ضعیف ہیں۔[100]

درج بالا تفصیل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ زہری سے ان کے کسی بھی شاگرد کی سند قابل اعتماد نہیں ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۹۹۔ المزی، تہذیب الکمال ۲۹/۴۴۶-۴۴۸۔

۱۰۰۔ ابو اسحٰق ابراہیم بن عبداللہ بن الجنید، سؤالات ابی اسحاق إبراهيم بن عبد الله بن الجنيد لإمام يحيى بن معين، طبع اول (قاہرہ: الفاروق الحديثة للطباعة والنشر، ۲۰۰۷ء)، ۴۱۸۔